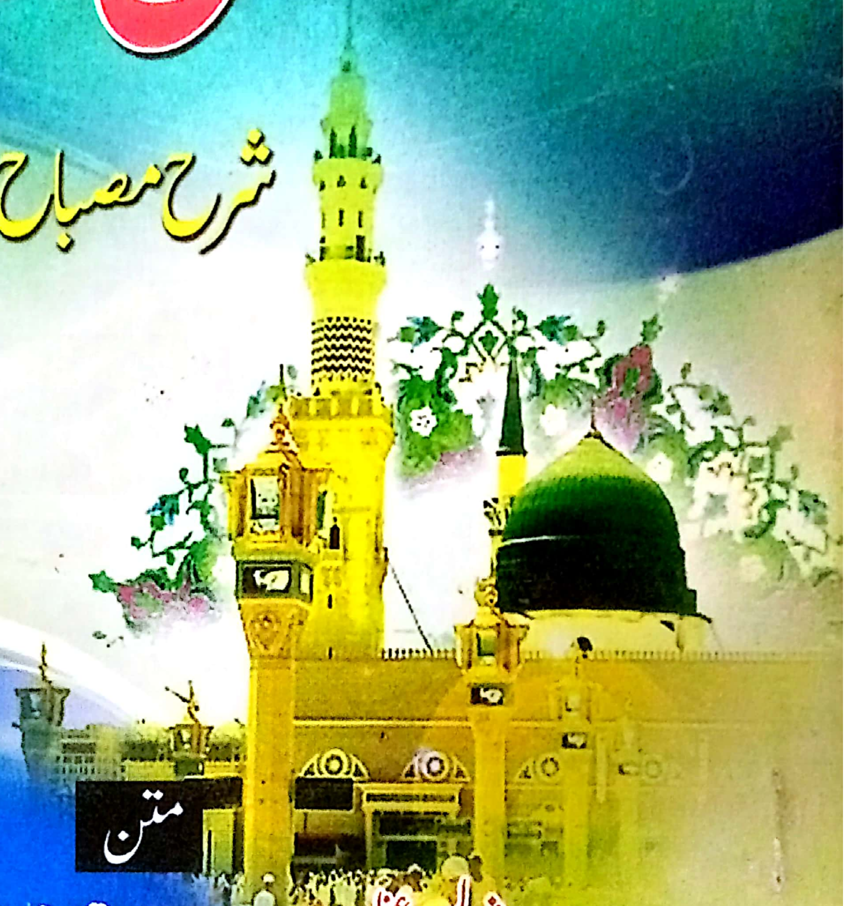
احسن التجوید

شرح مصباح التجوید



متن

از فخر المجودا عظم حضرت مولانا قاری مقری محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
گھوسی اعظم گڑھ

شارح

فاضل قرات سبعہ حضرت قاری مقری شکیل احمد صاحب نوری حفظہ اللہ
صدر المدرسین دار العلوم سلطان الہند و رضا بھیلواڑہ (راجستھان)

جیلانی بک ڈپو

وَرَتِّلِ الْقُرآنَ تَرْتِيْلاً (القرآن)

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ

اِنَّ اللّٰه يُحِبُّ (اَنْ يُقْرَاءِ) الْقُرْآنُ كَمَآ اُنْزِلَ (رواہ ابن خزیمہ)

اَحْسَنُ التَّجْوِيْد

بر (۳)

مِصْبَاحُ التَّجْوِيْد

طالبانِ فن کے لئے ترتیل وتجوید کے
اسرار ونکات سے متعلق قابلِ قدر اور ایک لازوال تحفہ

مَتَنْ اَزْ فخر المجودین حضرت مولانا
قاری شیخ محمد عثمانؒ گھوسی، مئو

تعلیق و تحشیه اَزْ

فاضلِ قرأت سبعه حضرت قاریٔ مقریٔ
شکِیل احمد صاحب نُوری حفظه الله
صدرالمدرسین سُلطان الہند ورضا دارالعلوم بھیلواڑہ (راج)

نام کتاب : احسن التجوید شرح مصباح التجوید

مصنف : حضرت مولانا قاری مقری محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شارح : فاضل قرأت سبعہ حضرت قاری مقری شکیل احمد صاحب نوری

حسب فرمائش : حافظ مشکور احمد اشرفی مالک جیلانی بک ڈپو، دہلی

ناشر : جیلانی بک ڈپو، دہلی

ملنے کا پتہ

☆ دار العلوم سلطان الہند ورضا سانگانیری گیٹ، بھیلواڑہ، راجستھان

☆ قادری چشتی بکڈپو، جامع مسجد، بھیلواڑہ، راجستھان

☆ محمدی بکڈپو، 523، وحید مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی

الاھدأ

میں اپنی اس حقیر سعی کو تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، مرجع عالم، فقیہ اعظم، شیخ الانام، یادگار رجۃ الاسلام، حضرت العلام الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری متعنا اللہ بطول حیاتہ کی بارگاہِ عزت پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ جن کے دامن کی وابستگی میرے لئے باعث فخر ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر شکیل احمد نوری عفی عنہ

الانتساب

میں اپنی اس حقیر تعلیق کو اپنے استاذ محترم، پیر طریقت، رہبر شریعت، مرجع الفضلاء، عمدۃ المحققین، استاذ العلماء حضرت العلام الحاج الشاہ سید محمد احسن صاحب قبلہ رضوی فرخ آبادی حفظہ اللہ بانی جامعہ فاطمہ شاہ جہاں پور کے اسم گرامی سے منسوب کرتے ہوئے احسن التجوید کے نام سے موسوم کرتا ہوں اور اُن وفا شعار اساتذۂ دار العلوم غوثیہ، قصبہ نیوریا پیلی بھیت شریف کے نام کہ جن کی علمی وفکری جولانیت اور شبانہ روز کی عرق ریزیوں نے تعلیم و تعلم و درس و تدریس کا خوشگوار ماحول قائم کیا اور ہزاروں تشنگانِ علوم دینیہ کو سیراب کیا، مولیٰ کریم ہم سب کے علم میں اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور اس شرح کو مقبول و مفید فرمائے۔ آمین۔

احقر شکیل احمد نوری عفی عنہ

نصرا پیلی بھیت شریف، (یو. پی)

98299 44532

☆تقریظ جلیل☆

استاذ القراء حضرت مولانا قاری مقری شیخ احمد جمال صاحب قبلہ شیخ التجوید والقرأت جامعہ امجدیہ، گھوسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحمدُہٗ وَنُصلّی علیٰ رسُولہِ الکریم

یہ حاشیہ بنام احسن التجوید فن تجوید وقرأت میں بصیرت پیدا کرنے والا (مثل شرح) ہے۔

اس کے مصنف سراج القراء حضرت مولانا قاری مقری شکیل احمد صاحب نوری شیخ القرأت والتجوید جامعہ سلطان الہند ورضا شہر بھیلواڑہ صوبہ راجستھان ہیں، یہ ان کی تیسری تصنیف ہے علم تجوید میں مقبول ترین کتاب مصباح التجوید جو اکثر بڑے بڑے اداروں میں داخلِ نصاب ہے یہ اسکا حاشیہ ہے علالت اور قلت وقت کے باوجود اس حاشیہ کو میں نے اکثر جگہ بنظرِ عمیق دیکھا بیحد پسند آیا، حضرت قاری صاحب نے از حد محنت وجانفشانی اور عرق ریزی سے کتاب کے اہم نکات کو طلبہ تجوید کے سامنے انمول موتیوں کی طرح ایک نرالے انداز میں بکھیر دیا ہے انشاء اللہ اس حاشیہ سے متعلم ومعلم دونوں کو معلومات میں مزید اضافہ ہوگا....

علم تجوید وقرأت ہی علوم قرآنی میں بہتر اور اہم وافضل فن ہے ہر زمانے میں اس علم کی اہمیت وضرورت تھی اور رہیگی۔ اس حاشیہ سے قبل بھی ان کے دو حاشئے (مثل شرح) منظر عام پر آچکے ہیں اس سے طلبہ ومعلم دونوں مستفیض ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

حضرت محشی صاحب محتاج تعرف نہیں ایک زمانے سے اس فن (تجوید وقرأت) کی خدمت صوبہ راجستھان کے ایک سنگلاخ علاقہ میں جامعہ سلطان الھند ورضا، شہر بھیلواڑہ جسکے بانی ومہتمم محسن قوم وملت حضرت الحاج مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب قبلہ اسحاقی ہیں (یہ

بے لوث ادارہ کی خدمت میں مصروف ہیں) تجوید و قرأت کے فروغ میں دِل و جان سے دن و رات لگے ہوئے ہیں یہ دار العلوم فنِ تجوید و قرأت کا ایک معیاری ادارہ ہے۔ اس ادارہ میں تجوید و قرأت کی معیاری کتاب... المقدمۃ الجزریہ المعروف جزری فی روایت الحفص، حرز الامانی

ووجہ التھانی المعروف الشاطبیہ فی القرأت السبعہ داخلِ نصاب ہے طلبہ کو بہت دِلجمعی ومستعدی کے ساتھ پڑھاتے ہیں بلکہ طلبہ کے ذہن میں بسا دیتے ہیں اکثر ان کے شاگردوں کا جائزہ لیا بہتر سے بہتر پایا، اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت قاری صاحب کو علمی تعمق اور فنی بصیرت کے ساتھ زورِ قلم سے بھی نوازا ہے،

دعاء کرتا ہوں کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ، حضرت محشی صاحب کو مزید تصنیف و تالیف کی توفیق عطا فرمائے اور علم و عمل و عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہِ سیدا لمرسلین علیه

الصلوٰۃ والتسلیم ربنا تقبَّل مِنَّا اِنَّك انت

السمیع العلیم

جمال القادری الاعظمی

خادم القرأت جامعہ امجدیہ گھوسی، مئو، یو.پی

٦ ر رجب المرجب ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۹ ر جون ۲۰۱۰ء بروز شنبہ

اظہارِ تشکر

میں فخر القراء حضرت مولانا قاری مقری شیخ احمد جمال صاحب قبلہ مدظلہ النورانی شیخ التجوید والقرأت جامعہ امجدیہ گھوسی کا بے حد ممنون ہوں کہ حضرت دام ظلہ العالی نے مثل میری دیگر شروح کے احسن التجوید بر مصباح التجوید کو بھی پورے غور وخوض سے پڑھ کر تائید و توثیق فرمائی، اوران احباب و مخلصین کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے اس تعلیق کی تالیف کے وقت کسی بھی طرح میرا تعاون فرمایا، یا اس کی طباعت کے لئے کوشش فرمائی، بالخصوص پیکرِ اخلاص فخر العلماء حضرت مولانا الحاج حفیظ الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ العالی، مہتمم دار العلوم سلطان الہند ورضا اور میرے مخلص کرم فرما منکسر المزاج رفیق فخر الحفاظ حضرت الحافظ القاری محمد مقصود احمد خانصاحب قبلہ چشتی اٹاوی شکریہ کے بہت مستحق ہیں کہ موصوف نے مصروفیات کے باوجود مسودہ کی کتابت کی خدمت انجام دی جو کہ ایک اہم خدمت ہے، مولاء کریم ان تمام احباب کو جزاء خیر عطاء فرمائے آمین....

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

احقر نوری عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصباح التجوید

الحمد لله الذی نَزَّلَ الفرقانَ بالترتیل و اَمَرنا به کما فی التنزیل
والصلوة والسلام علی رسوله الذی جَوَّدَ القرآن بالتجوید
واوصٰنا بالاتقان والتجرید.

امابعد:۔ قرآن مجید کو ترتیل اور تجوید کے ساتھ پڑھنا واجب[1] اور نہایت ضروری[2] ہے۔ چنانچہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مَن لم یجود القرآن اثمٌ (ترجمہ) جو شخص قرآن کو تجوید سے نہیں پڑھتا وہ گنہگار ہے، اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ترتیل کے متعلق تاکید فرماتا ہے یعنی وَرَتِّلِ القرآن ترتیلا۔ (ضرور) ترتیل سے پڑھو قرآن کو۔ اور ترتیل کی تعریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ فرمائی ہے۔

تجوید الحُرُوف ومعرفَة الوقُوف یعنی حرفوں کو صحیح مخرج اور صفات کے ساتھ ادا کرنا اور وقف کے مقامات[3] اور کیفیات[4] کا جاننا:۔

پس جبکہ قرآن پاک کا بھی حکم معلوم ہو گیا، تو اب ایسی صورت میں تجوید کا سیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہے اس لئے کہ بلا علم تجوید کے قرآن کا صحیح پڑھنا ممکن نہیں لیکن الحمدللہ کہ اس فن شریف کا حاصل کرنا کوئی دشوار امر نہیں چنانچہ حضرت علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَلَیسَ بینهٗ[6] وَ بینَ ترکهٖ، اِلَّا رِیاضة امریٔ بِفَکِّهٖ، باقی قرآن کو لہجہ اور خوش آوازی سے مع قواعد تجوید کی رعایت کے پڑھنا تو یہ چیز محمود اور پسندیدہ ہے چنانچہ اس کے متعلق

جناب رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ زَیِّنُوا لقرآنَ بِاَصواتِکُم یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا ہے۔ اِقرَؤُ القُرآن بِلحونِ

العَرَب اور لَیسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بالقرآن [7] (وغیرھما)،

ان دونوں احادیث میں قرآن کو عربی لہجے اور خوش ادائیگی سے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے لیکن لہجہ کی پابندی میں اگر تجوید کے قوائد بگڑ جائیں تو اس صورت میں لحن [8] (غلطی) لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔

اب یہ بھی معلوم کرلینا چاہئے کہ تجوید کس کو کہتے ہیں؟ اس علم کی غرض کیا ہے؟ اس فن کا موضوع کیا ہے؟

پس ہر ایک کو سوال و جواب کے طور پر لکھتا ہوں۔

تجوید کس کو کہتے ہیں؟

تجوید [9] ایسے قوائد کو کہتے ہیں جن سے حروف قرآنیہ کی صحت ہوتی ہے اور اگر تجوید کے خلاف پڑھا گیا جس سے لحن لازم آئے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ حرف [10] بدل جائے یا خلاف قاعدہ اس کو گھٹا بڑھا دیا جائے یا زبر، زیر، پیش، جزم اور تشدید وغیرہ میں ردو بدل ہوجائے وغیرہ وغیرہ،

تو اس لحن کو لحن [11] جلی کہتے ہیں جیسے وَلَاالضَّآلین کو ولاالدالین یا ولاالظالین اور نستعین کو نستاعین اور انعَمتَ کو انعمتُ وغیرہ پڑھنا اس قسم کی غلطی کرنے والا گنہگار ہے کیونکہ یہ حرام ہے اور اس سے معنٰی میں فساد پیدا ہوتا ہے یا لفظ مہمل [12] ہوجاتا ہے جو بالکل ناجائز ہے

اور اگر اس قسم کی غلطی نہ ہو بلکہ وہ صفات [13] جو حرف کی زینت اور تحسین کیلئے ہیں ادا نہ ہوں تو اس کو لحن خفی [14] کہتے ہیں مثلاً پُر حرف کو باریک پڑھنا یا اخفاء کی جگہ اظہار، یا اظہار کی جگہ ادغام وغیرہ کرنا (ان سب کا بیان آگے آئے گا) اس غلطی سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ مکروہ بلکہ حرام [15] ہے۔

علم تجوید کا موضوع کیا ہے؟

علم تجوید کا موضوع [16] قرآن کے حروف تہجی ہیں یعنی ا، با، تا، ثا وغیرہ، حروف ہجا کے مخارج

اور صفات سے بحث کرنا۔ علم تجوید کی غرض کیا ہے؟

قرآن مجید کو صحیح پڑھنا اور خطائے لفظی سے بچنا۔

☆ حواشی ☆

فائدہ: قاری ومقری کیلئے بروایت حفص علیہ الرحمہ تین علوم کا جاننا ضروری ہے (۱) علم تجوید، (۲) علم وقف، (۳) علم رسم، اس کتاب میں انہیں تینوں علموں کا بیان ہے۔ لیکن اس کتاب میں علم تجوید کا بیان مکمل ہے، علم وقف اور رسم کا بیان مختصر ہے کیونکہ یہ کتاب خصوصاً علم تجوید ہی میں ہے، علم وقف و علم رسم کی مزید معلومات کیلئے جامع الوقف ومعرفۃ الرسوم کا مطالعہ کریں۔ (فائدہ از حضرت قاری احمد جمال صاحب قبلہ)

[1] یہاں واجب سے مراد واجب شرعی ہے عرفی نہیں۔ جس کے ترک سے گناہ لازم آتا ہے اور واجب شرعی مراد لینے پر قرینہ محقق فن حضرت علامہ جزری علیہ الرحمہ کا وہ قول ہے جو آگے آرہا ہے من لم یجود القرآن اثم یعنی جس نے قرآن کو تجوید سے نہیں پڑھا وہ گنہگار ہوگا۔

سوال: واجب شرعی کی تعریف اور اس کی حد بیان فرمائیں۔

جواب: واجب شرعی کی تعریف نہایہ صفحہ ۲۱ / پر یہ ہے کہ اس کے عمل پر ثواب اور ترک پر عتاب ہو، اور حد یہ ہے کہ حروف کو تغیر سے اور معنٰی کو فساد سے بچایا جائے، لہٰذا اس کا تارک گنہگار ہوگا، ایضاً ص ۲۹ /۔ اس سے زیادہ شرعاً مامور نہیں۔ اور واجب عرفی کی تعریف یہ ہے کہ جس کا پورا کرنا اہل فن کے نزدیک ضروری ہو اس کا تارک شرعاً مجرم نہیں مگر اہل فن کے نزدیک، یہ متاخرین کے اختیار پر ہے اور متقدمین تمام کے واجب شرعی ہونے کے قائل ہیں۔ دیکھو نہایہ صفحہ ۲۹ / لہٰذا غفلت نہیں برتنا چاہئے بلکہ قراء نے یہ فرمایا ہے کہ ناراضگی اور پکڑ کا اندیشہ اس میں بھی ہے ۱۲/

[2] واجب کے بعد نہایت ضروری کا اضافہ قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے ۱۲/

[3] محل وقف مراد ہے کہ آخر کلمہ پر کہاں کس جگہ وقف کیا جائے یعنی علامت وقف وغیرہ کا جاننا ۱۲/

[4] کیفیت وقف مراد ہے کہ آخر کلمہ پر کہاں کس طرح وقف کیا جائے یعنی وقف بالاسکان وغیرہ ۱۲/

۵ ترجمہ:۔اور تجوید کے ساتھ پڑھنے اور اس کو ترک کرنے میں کوئی بڑا فرق نہیں مگر آدمی کا اپنے منہ سے ورزش کرنا ہے۔ یعنی تجوید ریاضت و مشق پر موقوف ہے۔ جو شخص تجوید کی اہمیت کو سمجھ لیتا ہے اپنے منہ سے خوب ریاضت کرتا ہے ۱۲/

٦ یعنی قرآن کو عربوں کے لب و لہجہ میں پڑھو، قراء کی اصطلاح میں تجوید کے موافق آواز مزین کرنے کو لہجہ کہتے ہیں۔ لہجہ کی قسمیں ایضاح القرأت میں دیکھو ۱۲/

۷ یعنی وہ شخص ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن پڑھنے میں عمدہ آواز نہ بنائے ۱۲/

۸ اگر لحن خفی لازم آئے تو مکروہ اور اگر لحن جلی لازم آئے تو ایسا لہجہ حرام و ممنوع ہے خلاصہ یہ ہے کہ لہجہ تجوید کے تابع ہونا چاہئے نہ کہ تجوید لہجہ کے تابع ۱۲/

نوٹ: لہجہ سے متعلق مکمل بحث انشاء اللہ التحفۃ الجمیلہ شرح فوائد مکیہ میں بیان کی جائے گی۔

۹ اس کے لغوی معنٰی ہیں کسی کام کو عمدہ یا اچھا کرنا ۱۲/

۱۰ مثلاً قاف کی جگہ کاف یا طا کی جگہ تا، پیارے بچو پہلی مثال میں مخرج کی تبدیلی سے حرف کا بدلنا ہوا ہے اور دوسری مثال میں مخرج تو تبدیل نہیں ہوا ہے البتہ صفت کی تبدیلی سے طا۔ تا سے بدل گیا۔ لہٰذا ایک حرف کا دوسرے حرف سے بدلنا دونوں کی غلطی کو شامل ہے ۱۲/

۱۱ چونکہ جلی کے معنٰی واضح اور ظاہر کے آتے ہیں، اور یہ غلطیاں بھی ایسی ہیں جو مجود اور غیر مجود دونوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں اس لئے ان کو لحن جلی سے موسوم کیا گیا ہے ۱۲/

۱۲ یعنی بے معنٰی ۱۲/

۱۳ خواہ صفات عارضہ ہوں یا غیر ممیّزہ ۱۲/منہ

۱۴ چونکہ خفی کے معنٰی پوشیدہ کے آتے ہیں اور یہ غلطیاں بھی ایسی ہیں کہ غیر مجود پر پوشیدہ رہتی ہیں اس لئے ان کو لحن خفی کہتے ہیں ۱۲/

۱۵ مکروہ کے ساتھ حرام فرمانا متقدمین کی طرف نظر فرماتے ہوئے ہے چونکہ متقدمین تمام کے واجب شرعی ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ نہایہ کے حوالہ سے اوپر گزرا۔ نیز عزیز التجوید میں ہے کہ لحن خفی روایۃً حرام ہے یعنی جو صفات عارضہ روایت حفص علیہ الرحمہ سے ثابت ہیں ان کا ادا کرنا ان کی روایت مین واجب ہے ورنہ روایت حفص ناقص ہوگی اس لئے اس کے ترک کو مکروہ کے ساتھ ساتھ حرام کہا گیا ہے ۱۲/

۱۶ جس علم میں جس کے احوال سے بحث کی جائے اس کو موضوع کہتے ہیں ۱۲/

استعاذہ[1] اور بسملہ[2] کے احکام

استعاذہ کا کیا حکم ہے؟

قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے استعاذہ یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا مستحب[3] ہے چاہے شروع سورہ سے پڑھو یا درمیان سورہ سے شروع کرو۔

بسملہ کا کیا حکم ہے؟

سورہ توبہ کے علاوہ ہر سورہ کے شروع میں بسملہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا ضروری ہے البتہ درمیان سورہ سے پڑھنے والے کو اختیار[4] ہے اگرچہ سورۂ براۃ[5] (توبہ) ہو مگر جو بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ نمل میں ہے وہ قرآن کی اور آیتوں کی طرح درمیان سورہ کی ایک آیت کا جز ہے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ قرأت اور سورۃ کی بلحاظ ابتدا اور وسط چار صورتیں ہیں۔

۱۔ شروع قرأت شروع سورۃ
۲۔ شروع قرأت درمیان سورۃ
۳۔ شروع سورۃ درمیان قرأت
۴۔ درمیان قرأت درمیان سورۃ

ان صورتوں میں دو باتیں یاد کرنے کی ہیں۔ ایک تو ہر ایک کا حکم، دوسرے ہر ایک کے پڑھنے کا طریقہ، دونوں باتیں بالتفصیل بیان کی جاتی ہیں۔

اول صورت:۔ شروع قرأت شروع سورہ کا حکم یہ ہے کہ اس صورت میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھنا چاہئے اور ان کے پڑھنے کے چار طریقے[6] ہیں۔

(۱) وصل کل:۔ یعنی اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور سورہ تینوں کو ملا کر پڑھنا۔

(۲) فصل کل:۔ یعنی ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ پڑھنا۔

(۳) وصل اول فصل ثانی:۔ یعنی اعوذ باللہ کو بسم اللہ سے ملا کر اور بسم اللہ کو شروعِ سورہ سے جدا کر کے پڑھنا۔

(۴) فصل اول وصل ثانی:۔ یعنی اعوذ باللہ کو بسم اللہ سے جدا کرنا اور بسم اللہ کو شروع سورۃ سے ملانا

دوسری صورت: شروع قرأت درمیان سورہ میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہے لہٰذا اگر بسم اللہ پڑھی جائے تو فصل کل اور وصل اول فصل ثانی یہی دو طریقے[۷] جائز ہیں اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو اعوذ باللہ کو کلام پاک سے فصل[۸] کر کے پڑھنا۔

تیسری صورت:۔ شروع سورۃ درمیان قرأت اس میں صرف بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اعوذ باللہ نہ پڑھنا چاہیئے۔ بعض لوگ درمیان قرأت میں سورہ توبہ شروع کرتے وقت استعاذہ کرتے ہیں یہ جائز نہیں اور نہ بسم اللہ جائز ہے اس تیسری صورت کے پڑھنے کا طریقہ[۹] یہ ہے۔

وصل کل۔ فصل کل : فصل اول وصل ثانی

چوتھی صورت:۔ درمیان قرأت درمیان سورۃ، اس میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں نہیں پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ استعاذہ اور بسملہ کا تعلق ابتدا سے ہے۔

☆حواشی☆

۱ لغوی معنٰی پناہ مانگنا اور اصطلاح میں جن الفاظ کے ذریعہ شیطان سے پناہ مانگی جائے ان الفاظ کو استعاذہ کہتے ہیں ۱۲ر

۲ بمعنٰی **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پڑھنا ۱۲ر

۳ یعنی بر مذہب جمہور شروع تلاوت میں استعاذہ پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ استعاذہ تلاوت کے آداب میں سے ہے جب تلاوت ہی واجب نہیں تو استعاذہ کو کیونکر واجب کہا جائے، لہٰذا قرأت و تلاوت کی طرح یہ بھی مستحب ہے مگر عملاً اور عرفاً ضروری ہی ہے تفصیل ضیاء القرأت کی تعلیق ایضاح القرأت صفحہ ۹ر میں دیکھو ۱۲ر

۴ مگر پڑھنا اولیٰ اور بہتر ہے تاکہ پورے طور پر قرآن عظیم کے شرف سے مشرف ہو ۱۲ر

۵ یعنی سورہ توبہ کا درمیان بھی باقی سورتوں کے درمیان ہی کی طرح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے وَوسط

التـوبةِ کـوَسَطِ سائرِهَا یعنی سورہ توبہ کا درمیان باقی سورتوں کے درمیان ہی کی طرح ہے
۱۲/

۶ مگران چارصورتوں میں فصل کل، اور فصل اول وصل ثانی بہتر اور اولیٰ ہیں کیونکہ استعاذہ کو جدا کرنا بسملہ اور قرآن سے مستحب ہے اس لئے کہ استعاذہ خارج عن القرآن ہے۔ ایضاح القرأت برضیاء القرأت صفحہ ۱۳/۱۲

۷ یعنی اگر کوئی شخص حدیثِ بسملہ پر عمل کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھے تو درمیان سورہ سے بسملہ کا وصل نہ کرے کیونکہ اس وقت بسم اللہ قرآن کی حیثیت سے نہیں ہے اور قرآن کا غیر قرآن سے اتصال جائز نہیں اسی وجہ سے وصل کل اور فصل اول وصل ثانی جائز نہیں۔ لیکن جائز نہیں معنی میں حرام کے نہیں ہے بلکہ غیر مختار اور غیر مقرؤ کے معنٰی میں ہے۔ کذافی التنویر ص ۲۷۔ ۱۲/

۸ کیونکہ استعاذہ خارج عن القرآن ہے۔ احقر نوری عفی عنہ۔ اور وصل بھی جائز ہے مگر اس صورت میں کہ شروع آیت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نام نہ ہو اور نہ کوئی ایسا لفظ ہو جو اس کی صفت واقع ہو جیسے الرّحمٰن علی العرش استوٰی اور الذی خلق سبع سمٰوٰتٍ طباقا ۱۲/منہ
مگر پیارے بچو یاد رکھو کہ استعاذہ کا وصل اگرچہ جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے ۱۲/ احقر نوری عفی عنہ

۹ اس صورت میں یہی تینوں صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت یعنی وصل اول فصل ثانی جائز نہیں کیونکہ بسم اللہ اوائلِ سُور کیلئے ہے نہ کہ اَواخر کیلئے ۱۲/

☆ حروف کے مخارج کا بیان ☆

مخرج کس کو کہتے ہیں؟
جس جگہ سے حرف ادا ہوتا ہے اس جگہ کو مخرج [1] کہتے ہیں۔

حرف کس کو کہتے ہیں؟
حرف انسان کی اس آواز کو کہتے ہیں جو منہ کے اندر سے کسی مخرج پر اعتماد کرتے ہوئے خاص کیفیت کے ساتھ باہر نکلتی ہے۔

فائدہ:۔حروف ہجائیہ کی دو قسمیں ہیں ایک اصلی دوسرے فرعی۔
حروف اصلیہ وہ ہیں جن کا مخرج معین اور مقرر ہو اور حروف فرعیہ وہ ہیں جن کا مخرج معین نہ ہو بلکہ وہ حروف دو مخرجوں کے درمیان متردد [2] ہوں۔
اور حروف اصلیہ انتیس [3] ہیں جو مندرجہ ذیل مخارج سے نکلتے [4] ہیں۔

ء ہ۔ ع ح۔ غ خ:۔**ا**۔شروع حلق جو سینہ کی جانب ہے، وہاں سے **ھمزہ** اور **ھا** نکلتے ہیں

۲۔درمیان حلق سے **عین** اور **حا** مہملہ ادا ہوتے ہیں آخر حلق **غین** اور **خا** معجمہ کا مخرج ہے، ان کو حروف حلقیہ کہتے ہیں۔

حروف حلقی چھ ہیں سن اے مہ لقا **ھمزہ ھا** پھر **عین حا** پھر **غین خاء**

ق:۔جڑ زبان تالو سے مل کر قاف ادا ہوتا ہے، **ک**:۔جڑ زبان سے کچھ ہٹ کر کاف کا مخرج ہے۔

ج، ش، ی:۔(غیر مدہ [5]) بیچ زبان تالو سے مل کر **جیم، شین، یاء** غیر مدہ ادا ہوتی ہے۔

ض:۔حافہ لسان [6] اوپر کے ڈاڑھ سے مل کر **ضـــاد** ادا ہوتا ہے اس کا ادا کرنا

داہنی جانب کے بہ نسبت بائیں جانب سے آسان ہے۔

ل:۔ کنارہ زبان ضاد[8] کے بعد سامنے والے مسوڑھے سے مل کر **لام** ادا ہوتا ہے، کذافی کتاب الرعایہ

ن:۔ زبان کی نوک اوپر کے تالو سے مل کر **نون** ادا ہوتا ہے۔

ر:۔ پشت زبان (قریب سرازبان[9]) تالو سے مل کر **راء** ادا ہوتی ہے۔

ط، د، ت:۔ زبان کا کنارہ اوپر کے سامنے والے بڑے دونوں دانتوں کی جڑ سے **طاء، دال، تا** ادا ہوتے ہیں۔

ص، ز، س:۔ اوپر اور نیچے کے سامنے والے دونوں دانتوں کا سرا اور سرازبان[10] مل کر **صاد، زا، سین** ادا ہوتے ہیں۔

ظ، ذ، ث:۔ اوپر کے بڑے دونوں دانتوں کا سرا اور سرازبان مل کر **ظا، ذال، ثا** ادا ہوتے ہیں

ف:۔ اوپر کے سامنے والے بڑے دونوں دانتوں کا سرا اور نیچے کے ہونٹ کی تری مخرج **فا** کا ہے۔

ب، م، و غیرمدہ:۔ دونوں ہونٹ مل کر **با، میم، واؤ** (غیرمدہ) ادا ہوتے ہیں لیکن **با**[11] میں دونوں ہونٹ کی تری اور **میم** میں دونوں کی خشکی ملتی ہے، اور نیز یہ کہ **میم** میں غنہ ہے، اور **واؤ** کے ادا کرتے وقت صرف ہونٹ کے دونوں کنارے ملتے ہیں اور بیچ کھلا رہتا ہے۔

الف:۔ حلق کی خالی جگہ سے **الف** ادا ہوتا ہے، اور بیچ زبان تالو کی جگہ سے **یا** مدہ ادا ہوتی ہے اور ہونٹ کی خالی جگہ سے **واؤ** مدہ ادا ہوتا ہے، اس مخرج کو جوف (خالی جگہ) کہتے ہیں۔

☆ حواشی ☆

ا مخرج بروزن مفعل ہے لغۃً اس کے معنٰی جائے خروج کے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ محقق اور مقدر۔ عزیز بچو! انکی تعریفیں اور مخرج محقق کتنے ہیں اور مقدر کتنے یہ سب آپ جامع التجوید میں پڑھ چکے ہوا گر یاد نہ ہوں تو دوبارہ پلٹ کر پھر دیکھ لو۔

طالبان فن تجوید آپ سے احقر نوری عفی عنہ کی یہ عرض ہے کہ مصباح التجوید کے ساتھ ساتھ روزانہ دس پندرہ منٹ معرفۃ التجوید اور اس پر لکھا حاشیہ جو کہ جامع التجوید کے نام سے ہے ضرور دیکھتے رہو، بہت ہی متبرک حاشیہ ہے کافی فائدہ ہوگا۔ مصباح التجوید کو اور اس پر لکھی تعلیق کو خوب سمجھ کر پڑھو اگر تم نے خوب اچھی طرح سمجھ کر حفظ وضبط کر لیا تو آگے کی کتب ضیاء القرآت، فوائد مکیہ وغیرھما کو از خود ایضاح القرآت، تنویر ولمعات شمسیہ وغیرھم کی مدد سے حل کر لو گے جیسا کہ احقر نے اپنے پاس پڑھنے والے طلبہ پر اس کا تجربہ کیا ہے ماشاء اللہ ایضاح القرآت بر ضیاء القرآت کے پڑھنے کے بعد فن تجوید پر سخت سے سخت لکھی ہوئی کتاب بآسانی آپ سمجھ لیں گے اور کتُب حل کرنے اور سمجھنے کی لیاقت خوب پیدا ہو جائے گی۔ شرط یہ ہے کہ آپ ان بنیادی کتُب کو یعنی معرفۃ التجوید مع جامع التجوید، مصباح التجوید مع احسن التجوید، ایضاح القرآت بر ضیاء القرآت کو خوب محنت ولگن سے پڑھ کر حفظ وضبط کر لو ۱۲ر

۲ یا صفت ذاتیہ چھوڑ چکا ہو جیسے الف، لام وغیرہ کا پُر ہونا حضرت امام حفص علیہ الرحمہ کی روایت میں حروف فرعیہ یہ ہیں۔ ہمزہ مسہلہ، الف ممالہ، الف، لام، رامفخمہ، نون ومیم مخفاۃ ۱۲ر

۳ بر مذہب جمہور ۱۲ر

۴ یعنی حروف اصلیہ کے سولہ مخارج ہیں جو کہ امام خلیل بن احمد نحوی کے نزدیک ہیں سترھواں مخرج خیشوم ہے جو کہ غنہ کا ہے لہٰذا کل مخارج ان کے مذہب پر سترہ ہوئے۔ سیبویہ کے نزدیک سولہ۔ اور فراء کے نزدیک چودہ مخارج ہیں۔ یہ ۱۷/۱۶/۱۴ر کا اختلاف حد درجہ قربیت کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ تو ہر حرف کا مخرج علیحدہ اور ایک دوسرے سے جدا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سترہ، سولہ کا اختلاف فقط لفظی ہے نہ کہ حقیقی یعنی مقصود اور ماحصل سب کا ایک ہی ہے محض بیانات اور تعبیرات وعنوانات کا فرق ہے۔

عزیز بچو! امام خلیل بن احمد اور جمہور کے سترہ مخارج کا اجمال (مختصر) یہ ہے کہ حلق میں تین جن سے چھ حروف نکلتے ہیں، زبان میں دس جن سے اٹھارہ حروف نکلتے ہیں، شفت (ہونٹ) میں دو

مخرج ہیں جن سے چار حروف نکلتے ہیں ایک جوف اس سے تینوں حروف مدہ نکلتے ہیں۔
خیشوم میں ایک مخرج ہے اس سے غنہ نکلتا ہے امام سیبویہ نے جمہور کے سترہ میں سے جوف کو شمار نہیں کیا، ایک مخرج کم ہو کر سولہ رہ گئے۔تو فراء نے سترہ میں سے سیبویہ کی طرح جوف کو کم کر دیا نیز لام، نون، راء تینوں میں گویا تھوڑا تھوڑا فرق ہے لیکن ان کی رائے میں یہ فرق باریک ہے معاسب میں طرف لسان کو دخل ہے اس وجہ سے فراء نے تینوں حرفوں کا ایک ہی مخرج کہدیا۔اس طرح کل تین کم کر کے چودہ مخارج کہے۔اور امام خلیل وغیرہ نے اس فرق کو اس قدر باریک نہیں سمجھا جو کہ مخرج کے اتحاد کا سبب ہوتا ہے لہٰذا تینوں کا مخرج علیٰحدہ علیٰحدہ بیان کیا ۱۲ر

۵ جس **یا** ساکن سے پہلے زیر نہ ہو اس **یا** کو غیر مدہ کہتے ہیں جیسے **عَلَیۡنَا** و **اِیَّا** وغیرہما ۱۲ر
فائدہ۔یا زیر ہو تو یا مشدد ہو تو وہ یا بھی غیر مدہ ہے (جمال القادری اعظمی)

٦ اصطلاح میں حافہ لسان، کنارہ زبان کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو پانچوں بالائی داڑھوں کے مقابل ہے دائیں طرف والے کو حافہ یمنیٰ اور بائیں طرف والے کو حافہ یسری کہتے ہیں ۱۲ر

۷ اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان داہنی جانب آسانی سے نہیں لگتی بہ نسبت بائیں جانب کے کہ بائیں جانب آسانی سے زبان ڈاڑھوں کی جڑ سے لگ جاتی ہے جیسا کہ تجربہ سے شاہد ہے،اور بیک وقت طرفین سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے مگر بیک وقت طرفین سے ادا کرنا حضور نبی کریم ﷺ اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی (نہایہ صفحہ ۴۳) ۱۲ر

۸ یعنی لام کا مخرج ادنیٰ حافہ مع کنارہ زبان اس کے بالمقابل اوپر کے مسوڑھے ہیں۔
ادنیٰ حافہ:۔حافہ کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو صرف ضاحک کے مقابل ہے ۱۲ر

۹ جیسا کہ نہایہ ص ۴۴ میں ہے **وَالۡمُرَادُ مِنۡ ظَهۡرِ لِلِّسَانِ ظَهۡرُهٗ مِمَّا یَلِیۡ رَأۡسَهٗ**
یعنی پشت زبان سے مراد زبان کی وہ پشت ہے جو سرا زبان سے ملی ہوئی ہے پوری زبان کی پشت یا وسط لسان کا حصہ مراد نہیں۔اور یہ بھی یاد رہے کہ **راء** کے مخرج میں طرف کو بھی دخل ہے لہٰذا اس کا مخرج یوں ہوا، طرف زبان مع متصل پشت زبان اوپر کے تالو سے مل کر **راء** ادا ہوتی ہے (نہایہ)

اگر آپ اس پر یہ سوال کریں تو پھر حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے **راء** کے مخرج میں محض پشت زبان کیوں فرمایا جبکہ طرف زبان کو بھی دخل ہے؟

جواب یہ ہے کہ شہرت کی بنا پر طرف زبان کا ذکر نہیں فرمایا اور نیز اس کا جواب یوں بھی دیا جاسکتا ہے کہ تفخیم والی حالتوں میں پشت زبان کا تعلق قوی ہوتا ہے اور طرف لسان کا تعلق ضعیف جب کہ

بصورت ترقیق طرف زبان کا تعلق قوی اور پشت زبان کا تعلق ضعیف جیسا کہ صحیح ادا اس پر شاہد عدل ہے اور کتب فن میں صراحت۔ اب چونکہ راء کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت یعنی مکسور کی صورت میں باریک اور دوسری حالت یعنی مفتوح، مضموم کی صورت میں پُر، لہٰذا بوجہ اکثریت حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے محض پشت زبان پر اکتفاء فرمایا ۱۲/

۱۰ مگر زبان کا سرا صرف نیچے کے اگلے دو دانتوں کے سرے سے لگائیں۔ اس طرح کہ اوپر کے سامنے والے دونوں دانتوں سے جدا رہے کیونکہ اگر زبان کا سرا اوپر کے اگلے دو دانتوں سے لگ گیا تو صفت صفیر ناقص ادا ہوگی جو بھاری غلطی ہے اور اس کا بھی خیال رکھو کہ اوپر، نیچے کے سامنے والے دونوں دانتوں کو کامل طور پر نہ ملائیں بلکہ طبعاً جس طرح منہ بند ہونے کی حالت میں اوپر نیچے کے دانت آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں اس طرح ملائیں ورنہ اگر قوت سے کامل طور پر ملایا گیا تو بھی صفت صفیر ناقص ادا ہوگی۔ اہل فن نے حروف صفیر ادا کرتے وقت ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنے کو فرمایا ہے، لہٰذا فن کے طلبگار و خوب خیال رکھو ۱۲/

۱۱ یعنی باء دونوں ہونٹوں کے اندرونی تر حصہ کو قوت سے اور مکمل ملانے سے نکلتی ہے بایں وجہ اس کو بحری کہتے ہیں (یعنی تری والی)، اور جبکہ میم دونوں لبوں کے بیرونی تر حصہ سے جو کہ خشک حصہ سے متصل ہے نرمی کے ساتھ ملانے سے ادا ہوتی ہے اور اسی خشکی کی مجاورت کی وجہ سے اس کو بری کہتے ہیں یعنی خشکی کے پاس والے تر حصہ سے ادا ہونے والی نہ یہ کہ میم خود خشک حصہ سے ادا ہوتی ہے کیونکہ یہ خلاف ادا ہے مؤلف نے مجاورت کی وجہ سے خشکی فرمادیا اس سے یہ سمجھ لینا کہ میم خود خشکی سے ادا ہوتی ہے غلط ہے کیونکہ اس صورت میں لبوں کو موڑ کر فطرت کے خلاف اندر لے جانا ہوگا جو کہ بے جا تکلف ہے اور ادائیگی میں ثقیل ۱۲/

حروف کے صفات کا بیان

اوپر کے بیان سے تمہیں معلوم ہوا کہ تجوید نام ہے قرآن کے حروف کو ان کے صحیح مخرج اور صحیح صفات کے ساتھ ادا کرنے کا لہٰذا حرفوں کے مخارج معلوم کرنے کے بعد صفات کے جاننے کی بھی ضرورت ہے اس لئے صفات کا بیان اب کیا جاتا ہے۔

صفت کس کو کہتے ہیں؟ اس کی قسمیں اور ہر ایک کی تعریف بیان کرو!

حرف اپنے مخرج جس انداز اور کیفیت کو لیکر ادا ہوتا ہے اسی انداز اور کیفیت[1] کو صفت[2] کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک بطریق لزوم کہ ہر حال میں پائی جائے، اس کو صفت لازمہ[3] کہتے ہیں۔

دوسری بطریق عروض کہ جو کبھی کسی وجہ سے پائی جائے اس کو صفت عارضہ[4] کہتے ہیں۔

پھر صفت لازمہ کی دو قسمیں[5] ہیں۔

ایک متضادّہ کہ جس کے مقابل اور ضد میں کوئی دوسری صفت بیان کی جائے۔

دوسری غیر متضادّہ کہ جس کے مقابل اور ضد میں کوئی دوسری صفت نہ بیان کی جائے۔

صفات متضادّہ دس ہیں جن میں پانچ صفتیں پانچ کی ضد ہیں ہر ضد والی صفت کو اسکی ضد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

همس، جهر:۔ ہمس کے حروف **فَحَثَّهُ شَخصُ سَكَت** ہیں ان کو مہموسہ[6] کہتے ہیں، ان کے ادا میں سانس جاری[7] رہتی ہے، جیسے **فحدِث** کی **ثا**۔ اور **جهر**[8] کے حروف مہموسہ کے علاوہ ہیں ان کو مجہورہ کہتے ہیں ان کے ادا میں سانس مخرج میں بند[9] ہو جاتی ہے، جیسے **إذ** کی ذال۔ **شدت، رخو:**۔ شدت کے حروف **اَجِد قط بكت** ہیں انکو شدید کہتے ہیں انکے ادا کرنے میں آواز سخت ہو کر مخرج میں بند ہو جاتی ہے جیسے **مأكول** کا ہمزہ۔ **رخو**[10] کے حروف **اجد قط بكت** اور **لن عمر** کے حروف

کے علاوہ ہیں ان کے ادامیں آواز نرم ہوتی ہے اور جاری رہتی ہے جیسے **مشھــــودا** کی

شین اور **لن عمر** کے حروف میں کچھ شدت اور کچھ رخو کی صفتیں پائی جاتی [11] ہیں (یعنی شدت اور رخو کے درمیان ایک حالت ہے) اس لئے اس کو متوسطہ کہتے ہیں یہ صفت اگرچہ متضاد نہیں ہے مگر چونکہ متضادہ ہی سے پیدا ہوئی ہے اس لئے متضادہ میں بیان کی جاتی ہے۔

استعلاء استفال:۔ استعلاء [12] کے حروف **خصّ ضغطٍ قِظ** ہیں ان کو مستعلیہ کہتے ہیں ان کے ادا کرنے میں زبان کی جڑ اوپر اٹھنا چاہیئے (تاکہ یہ حروف پُر ہوں) جیسے **اَلْـمَـغْـضُـوْبِ** کی **غین** استفال [13] کے حروف مستعلیہ کے علاوہ ہیں، ان کو **مستـفِلـه** کہتے ہیں ان کے ادامیں زبان کی جڑ تالو کی طرف نہ اٹھے جیسے **جِبَـاهُهم** کے حروف۔

اطباق، انفتاح:۔ اطباق [14] کے حروف **ص، ض، ط، ظ** ہیں ان کو **مُطبـقـه** کہتے ہیں ان کے ادا کرنے میں بیچ زبان تالو کو ڈھانپ لے، جیسے **وَاصبِر** کا **صاد**۔ انفتاح [15] کے حروف مطبقہ کے علاوہ ہیں ان کو **مُنفتحه** کہتے ہیں ان کے ادامیں بیچ زبان تالو سے جدا رہنی چاہیئے جیسے **مِثْلِهَا** کی **ثَا**۔

اذلاق، اصمات:۔ اذلاق [16] کے حروف **فَـرَّ مِنْ لب** ہیں ان کو **مـذ لقه** کہتے ہیں۔ ان کے ادامیں کنارۂ زبان سے **ل، ر، ن** اور ہونٹ سے **ف، ب، م** آسانی کے ساتھ ادا ہوں جیسے **فَـلِـمَ** کے حروف، اور اصمات [17] کے حروف مذلقہ کے علاوہ ہیں، ان کو **مُـصـمَـتـه** کہتے ہیں، ان کو جماؤ کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے ورنہ صاف ادا نہ ہونگے، جیسے **محموداً** کی **حا**۔

☆حواشی☆

۱ مثلاً حرف کا باریک ہونا۔ اسی طرح حرف کا نرم یا سخت ہونا وغیرہ ۱۲ر

۲ لغوی معنٰی **مَا قَامَ بِالشَّیْءِ** یعنی وہ چیز جو کسی کے سہارے قائم ہو ۱۲ر

۳ اور **ذاتیہ** (حروف کی ذات میں دخل رکھنے والی)، **ممیزہ** (حرفوں کی آوازوں میں تمیز کرنیوالی)، **مقومہ** (حرفوں کو سیدھا کرنے والی) اور **ضروریہ** (ضروری اور لزومی) بھی کہتے ہیں ۱۲ر

۴ اور **مُحَسِّنَہ** (آراستہ کرنیوالی)، **مُزَیِّنَہ** (زینت دینے والی) اور **مُحَلِّیَہ** (زیور پہنانے والی) بھی کہتے ہیں ۱۲ر

۵ یعنی باعتبار تقابل اور باعتبار تمایز بھی دو قسمیں ہیں۔ ممیزہ اور غیر ممیزہ جن کا بیان آگے آئے گا ۱۲ر

٦ چونکہ ان کی ادائیگی میں پستی و ضعف پایا جاتا ہے اور ہمس کے معنٰی ہی پست آواز اور ضعف کے ہیں اس لئے ان کو مہموسہ کہا جاتا ہے اسی طرح تمام حرفوں کی وجہ تسمیہ قیاس کرلو۔ ایضاح القرآت ۱۲ر

۷ یعنی سانس مکمل طور پر آواز میں تبدیل نہیں ہوتا اور چونکہ آواز میں ضعف ہوتا ہے لہٰذا وہ کچھ غیر سماعی کیفیت میں باقی رہتا ہے جیسے **فحدث** کی **ثا** ۱۲ر

۸ جہر **بفتح الجیم** لغوی معنی بلندی کے ہیں ۱۲ر

۹ سانس بند ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ حروف مجہورہ کی ادائیگی کے وقت تمام سانس آواز میں تبدیل ہو جائے لہٰذا سانس بچتی ہی نہیں کہ جاری رہ سکے۔

سوال: حروف مجہورہ کی ادائیگی کے وقت پوری کی پوری سانس آواز میں منتقل ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: یہ ہے کہ ان کی ادیگی کے وقت آواز مخرج پر قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے جس کے نتیجے میں تمام سانس آواز میں منتقل ہو جاتی ہے اور آواز میں بلندی پائی جاتی ہے کوئی پارہ سانس کا آواز سے جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا بخلاف حروف مہموسہ کے کہ انکی ادائیگی میں آواز میں ضعف ہوتا ہے اور مخرج پر ضعیف اعتماد، لہٰذا کچھ سانس غیر سماعی کیفیت میں باقی رہتا ہے۔

فقیہ اسلام حضور سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ امر قوتِ اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصہ پر اعتمادِ قوی بے آواز بھی حابسِ دم ہے **کما لا یخفیٰ** (فتاوی رضویہ ثالث) ۱۲ر

۱۰ اس کے معنٰی نرمی کے ہیں ۱۲ر

اورشدت ناقصہ، رخاوت ناقصہ میں کوئی تضاد نہیں اصل تضاد تو شدت کاملہ، رخاوت مطلقہ کاملہ میں ہے لہٰذا لن عمر کے حروف میں دونوں کا جمع ہونا درست ہے ۱۲/

۱۱

۱۲ استعلاء کے معنٰی بلندی کے ہیں، اور اصطلاح میں حروف کی ادائیگی کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف بلند ہونا ۱۲/

۱۳ استفال کے لغوی معنٰی نیچے کے ہیں، اور اصطلاح میں حروف کی ادائیگی میں زبان کی جڑ تالو کی طرف نہ اٹھنا ۱۲/

۱۴ اطباق کے معنٰی ڈھانپنے کے ہیں اور اصطلاح قراء میں وسطِ لسان کا تالو کو ڈھانپ لینا، یعنی درمیان زبان تالو کو ڈھانپ دے ۱۲/

۱۵ اس کے لغوی معنٰی کھلنا ہیں، اور اصطلاح میں حرف کی ادائیگی کے وقت وسط لسان کا تالو سے جدا رہنا ۱۲/

۱۶ اذلاق کے معنٰی پھسلنا، تیز ہونا اور اصطلاح قراء میں حرف کو اس کے مخرج سے سرعت و سہولت کے ساتھ ادا کرنے کو اذلاق کہتے ہیں ۱۲/

۱۷ اس کے معنٰی ٹھہراؤ اور روکنے کے ہیں اصطلاح میں حرف کو اس کے مخرج سے مضبوط اور جماؤ کے ساتھ ادا کرنے کو اصمات کہتے ہیں، یعنی ادائیگی میں سرعت و روانی نہ ہو بلکہ ادائیگی میں ٹھوس پن ہو ۱۲/

عزیز بچو! صفات لازمہ متضادہ کی مزید توضیح و تشریح ایضاح القرأت برضیاء القرأت میں پڑھنا اسمیں ہر ہر صفت کی بقدر ضرورت خوب وضاحت کی گئی ہے، یہاں صرف اسی قدر حفظ و ضبط کرلو، مصباح پر حاشیہ لکھنے کی چند وجوہ میں سے ایک وجہ ایضاح القرأت کو آسان کرنا بھی ہے تاکہ ایضاح القرأت برضیاء القرأت کے مسائل آسانی سے سمجھ میں آجائیں لہٰذا مصباح التجوید مع احسن التجوید کو خوب محنت اور لگن سے پڑھو۔

☆ صفات غیر متضادہ کا بیان ☆

صفات غیر متضادہ سات ہیں، ان سے بھی حروف میں امتیاز ہوتا ہے اور حرفوں کو ان سے تقویت ہوتی ہے۔

(۱) صفیر:۔ یہ صفت **صاد، زا، سین** میں پائی جاتی[۱] ہے ان کے ادا میں آواز سیٹی کے مثل نکلے جیسے **تصلّٰی** کا **صاد**۔

(۲) تفشی:۔ یہ صفت شین معجمہ کی ہے، اس کے ادا کرتے وقت آواز اس کے مخرج میں پھیلی ہوئی ہونی چاہئے جیسے **شیئ** کی **شین**۔

(۳) قلقلہ[۲]:۔ اس کے حروف **قطبُ جدٍ** ہیں ان کے ادا میں ایک لوٹتی ہوئی آواز نکلنی چاہئے جیسے **واق** کا **قاف** جب یہ حرف ساکن[۳] ہوتا ہے تو یہ صفت خوب ظاہر ہوتی ہے اور جب متحرک ہوتا ہے تو حرکت کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔

(۴) انحراف[۴]:۔ اس کے حروف **لام** اور **را** ہیں ان کے ادا میں آواز کو اپنے اپنے[۵] مخرج کی طرف پھرنا چاہئے، یعنی ان کو اس طرح ادا کریں کہ **لام**، **را** کی طرف یا **را**، **لام** کی طرف مائل نہ ہو جیسے بعض بچوں سے ہو جاتا ہے، مثل **اَرْبَاب** اور **اَلْبَاب** کے۔

(۵) لین:۔ یہ صفت **واؤ** اور **یا** کی ہے (اس حال میں کہ یہ دونوں ساکن ماقبل مفتوح ہوں) ان حروف کو اس طرح نرم ادا کریں کہ اگر مد کرنا چاہیں تو مد کر سکیں جیسے **خَوف** اور **خیر**۔

(۶) تکریر:۔ یہ صفت **راء** میں پائی جاتی ہے، اس کے ادا کرتے وقت تھوڑا سا جماؤ[۶] ہونا چاہئے ورنہ جماؤ اور قرار کی زیادتی میں ایک **راء** کے بجائے کئی **راء** ہو جاتی ہیں جیسے **الرحمٰن** وغیرہ

(۷) استطاعت:۔ یہ صفت ضاد معجمہ میں پائی جاتی ہے اس کو اس طرح ادا کریں کہ

اس کے مخرج سے آواز تدریجاً نکلے، یعنی شروع مخرج تک آواز درجہ بدرجہ نکلنی چاہئے کیونکہ اگر آواز یک بہ یک نکلے گی تو حرف میں نقصان واقع ہوگا، اور صفت استطالت مفقود (ختم) ہوجائے گی یعنی درازی صورت نہ پائی جائے گی، جیسے **وَلَا الضَّآلِّيْن** کا ضاد۔

یہ صفت اور یہ حرف تمام صفتوں اور حرفوں سے سخت ہے، اس کے ادا پر ہر ایک کو قدرت نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ بجائے کنارہ زبان سے ادا کرنے کے زبان کی نوک اور **ثنایا علیا** کی جڑ سے ادا کرتے ہیں، اس وجہ سے **دال** (پُر) ہوجاتی ہے یا **ظا** سے مشابہ ہونے کی وجہ سے (جیسا کہ اردو زبان میں ارض، ضلع، ضرور وغیرہ۔ وغیرہ الفاظ کو **ظ** سے پڑھتے اور بولتے ہیں) **ظـا** (پُر) پڑھتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں غلط ہیں، بلکہ اس کے ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حافہ لسان کو ڈاڑھ سے رگڑ لگے، اور زبان کی نوک صفت اطباق کی وجہ سے تالو سے منطبق (یعنی اوپر اٹھی رہے) پس جو آواز حافہ لسان کی رگڑ سے ظاہر ہوگی وہی صفت استطاعت ہے مثل **ضعفٍ** اور **واخْفِضْ** کے یہ صفت اس کی ذاتی اور ممیّزہ ہے۔

تنبیہ : صفات لازمہ میں تم غور کروگے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ حرف میں کم از کم پانچ صفتیں متضادہ سے اور ایک یا دو صفتیں غیر متضادہ سے ضرور[۸] پائی جائیں گی۔ مثلاً حرف ر کہ اس میں جہر، توسط، استعال، انفتاح، اذلاق، متضادہ سے اور تکریر، انحراف غیر متضادہ سے کل سات صفتیں پائی جاتی ہیں، اسی طرح بقیہ حرفوں میں صفات لازمہ جاری کرو۔

☆حواشی☆

۱ مگر سین میں بنسبت زاء کے زیادہ ہے اور زاء میں بنسبت صاد کے زیادہ ہے گویا کہ صفت صفیر ان حروف ثلاثہ میں ایک جیسی نہیں ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی سین میں، اس کے بعد درجہ زاء کا ہے اور سب سے کم **ص** میں اس تفاوت کی وجہ اور صفت صفیر سے متعلق مزید وضاحت ایضاح القرأت صفحہ ۴۸/ میں بیان کی گئی ہے لہٰذا وہاں دیکھو ۱۲/

۲ اس کے لغوی معنیٰ اضطراب وجنبش کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ادا کرتے وقت مخرج میں سختی کے ساتھ جنبش دینا ۱۲/

۳ خواہ سکون وقفی ہو (یعنی حرف قلقلہ موقوف علیہ ہو) یا غیر وقفی جیسے **یَجمَع**، مگر سکون وقفی میں غیر وقفی کے مقابلہ میں قلقلہ زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ وقف کی وجہ سے سانس لے کر ٹھہرنا ہوتا ہے اس لئے اچھی طرح ظاہر کرنے کا موقع مل جاتا ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ اس حالت میں خواہ ساکن اصلی ہو جیسے **فارغب** یا وقف کی وجہ سے ساکن عارضی ہو جیسے **اَلمَجید** دونوں قسموں میں ایک ہی درجہ کا قلقلہ ہوگا۔

اور اگر ہاں حروفِ قلقلہ موقوف علیہ مشدد ہوں جیسے وَتَبَّ وغیرہ تو اس حالت میں اور بھی زیادہ قلقلہ کا ظہور ہوگا کیونکہ اس صورت میں قلقلہ کے ساتھ تشدید کی قوت بھی مل جاتی ہے اور وقف کی وجہ سے قلقلہ کا وضوح بھی خوب ہوتا ہے لہٰذا اس حالت میں اقویٰ اور اعلیٰ ہوگا۔

عزیز طالب علموں! **قطب جد** کا معنیٰ کیا ہے اور انہیں پانچ حرفوں میں قلقلہ کیوں ہوتا ہے؟ مراتب صفت قلقلہ کیا ہیں؟ پانچوں حرفوں میں قلقلہ برابر ہے یا کسی میں زیادہ؟

یہ سب باتیں ضیاء القرأت کی تعلیق ایضاح القرأت میں بیان کی گئی ہیں یہاں صرف اسی قدر حفظ و ضبط کرلو ۱۲/

۴ انحراف لغت میں پھرنے اور مائل ہونے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں حروف کو ادا کرتے وقت آواز کا ان کے مخرج سے دوسرے حرف کے مخرج کی طرف مائل ہونا چنانچہ **لام** میں میلان طرف زبان کی طرف ہے اور **راء** میں پشت زبان کی طرف اور قدرے **لام** کے مخرج کی طرف میلان ہوتا ہے (منح الفکریہ، نہایہ، الحواشی المفہمہ) لیکن اتنا میلان نہیں کہ ایک دوسرے سے پلٹ جائیں لہٰذا متن کی عبارت ان کو اس طرح ادا کریں کہ **لام راء** کی طرف یا **راء لام** کی طرف مائل نہ ہو۔ مائل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میلان زیادہ نہ ہو، مطلق میلان کی نفی مراد نہیں ہے، چنانچہ مثال سے خود

ہی واضح فرمادیا مثل **ارباب** اور **الباب** کے یعنی ایک دوسرے سے جبھی بدلیں گے جبکہ میلان و پھیراؤ زیادہ ہوگا، خوب سمجھ لو ۱۲/

۵ اپنے اپنے مخرج کی طرف پھرنا چاہئے سے یہ مفہوم نکل رہا ہے کہ آواز کا پھیراؤ اپنے ہی مخرج میں ہو جبکہ ماقبل حاشیہ میں اور عام کتب فن میں یہ ہے کہ آواز کا پھیراؤ ایک دوسرے کے مخرج کی طرف ہوتا ہے دیکھو ایضاح القرأت برضیاء القرأت ص۵۰/ آخر صحیح کیا ہے؟

جواب: دونوں صحیح ہیں صرف تعبیر و بیان کا فرق ہے چنانچہ **لام** کا مخرج ادنیٰ حافہ مع طرف ہے تلفظ کے اختتام پر ادنیٰ حافہ والی آواز طرف زبان میں آجاتی ہے، گویا کہ مخرج کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی طرف میلان و پھیراؤ ہوا مگر ہوا اپنے ہی مخرج میں لہٰذا اپنے مخرج میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا صحیح ہوا اور چونکہ طرف زبان کا تعلق **راء** کے مخرج میں بھی ہے اس لئے **لام** کے ادا میں **راء** کے مخرج کی طرف بھی میلان وپھیراؤ کہنا صحیح ہے۔**لام** کے طرح **راء** کے مخرج کے بھی دو جز ہیں ایک تو طرف زبان، دوسرا جز پشت زبان ہے، طرف زبان والی آواز آخر میں پشت میں آجاتی ہے مگر ہے یہ پورا **راء** ہی کا مخرج، لہٰذا آواز کا پھیراؤ اپنے مخرج میں کہنا صحیح ہے اگر آپ کہیں کہ پشت سے کچھ **لام** کے مخرج کی طرف بھی تو میلان ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ پشت زبان کے مقابلہ میں کم ہے۔

نہایہ میں ہے **وَمَیلُ قلیلُ الی جِھةِ الام** یعنی کچھ **لام** کے مخرج کی طرف میلان ہوتا ہے، پس برعایت اغلب اب بھی اپنا مخرج کہنا صحیح ہے اور چونکہ **لام** کے مخرج کی طرف میلان و پھیراؤ ہے لہٰذا **راء** کے ادا میں **لام** کے مخرج کی طرف بھی کہنا صحیح ہے ثابت ہوا صرف بیان وتعبیر کا فرق ہے، یہ بھی یاد رکھو کہ یہ کیفیت بہت ہی خفی اور لطیف سی ہے، جو ان دو حرفوں میں محققین کے نزدیک یقیناً ثابت ہے ۱۲/

٦ کیونکہ اگر پورے طور پر نرمی ہی سے ادا کیا کہ تھوڑا سا بھی جماؤ نہ ہو تو بجائے ایک **راء** کے کئی **راء** ہوجائیں گی۔ لہٰذا نوک زبان میں مضبوطی اور قدرے نرمی رکھ کر **راء** اس طرح ادا کریں کہ کسی قدر لرزہ ہوکر دوہرے پن کا احساس ہو پس اس قدر یہ صفت ادائی ہے۔ یعنی کم درجہ کی تکریر ادائی ہے۔ اور اگر بالکلیہ اس صفت سے احتراز کیا گیا تو **راء** مثل **واؤ** ہوجائیگی، اور عدمِ تکرار بالکلیہ کی صورت یہ ہے کہ زبان کو پورے طور پر سختی اور مضبوطی و جماؤ سے چمٹایا گیا کہ دوہرے پن کا تشابہ بھی نہ رہے، یعنی معمولی سا بھی رعشہ ولرزہ نہ ہو پس یہ ممنوع ہے کیونکہ اس صورت میں **راء** شدید ہوکر اس کا تلفظ پُر **واؤ** کے مانند ہوجائیگا جو کہ غلط ہے، یہیں سے سیدنا حضرت مؤلف علیہ الرحمہ کی

مندرجہ ذیل اس عبارت کی بھی وضاحت ہوگئی۔ ورنہ جماؤ اور قرار کی زیادتی میں ایک راء کے بجائے کئی راء ہوجاتی ہیں۔

عزیز بچو! جماؤ کی زیادتی میں کئی راء نہیں ہونگی بلکہ راء شدید ہوجائیگی اور راء مثل واؤ کے ادا ہوگی، ہاں اگر بالکل نرمی ہی سے ادا کیا کہ تھوڑا سا بھی جماؤ نہ ہوتو ایک راء کے بجائے کئی راء ہوجائیں گی جیسا کہ مذکور ہوا۔ پس یہ عبارت ہماری نظر قاصر میں تسامح پر مبنی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طالب علموں! زبان کو پورے طور پر مضبوط و جماؤ سے چمٹا کر دیکھو خود ہی واضح ہو جائے گا کہ کئی راء ادا ہورہی ہیں یا آواز بند ہوکر پُر واؤ کے مانند ادا ہورہی ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت امام جعبری رحمۃ اللہ علیہ نے تکرار سے بچنے (یعنی مظہر) کے طریقے میں زبان کی نوک کو تالو سے مضبوطی کے ساتھ لگانے کا جو حکم فرمایا ہے اس سے مراد بھی قدرے مضبوطی ہے ورنہ لرزہ بالکل نہ ہوگا اور راء شدید ہوجائے گی پس سمجھو اور غور کرو ۱۲ر

کیونکہ ضاد ان دونوں حرفوں سے بالکل ممتاز اور علیحدہ حرف ہے اور ہر لفظ کی طبعی آواز بھی علیحدہ ہے لہٰذا ضاد کو اس کے مخرج اور تمام صفات کی رعایت کے ساتھ اس طرح ادا کیا جائے کہ اس کی آواز ہر دو یعنی دال اور ظاء سے کلاً ممتاز اور جدا معلوم ہو کہ ہر سامع عام ازیں کے وہ فن تجوید سے تعلق رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو بآسانی فرق معلوم کرلے، اور رہی تشابہ کی بحث کہ ضاد، ظاء کے مشابہ ہے۔ ۷

اور مشابہ با لظاء کو دلیل بنا کر ضاد کو اس طرح ادا کرنا کہ سننے میں ظاء معلوم ہو یا بین الضاد والظاء پڑھنا اور یہ دعویٰ کہ ضاد اور ظاء کے مابین ایسا تشابہ ہے کہ ہر کس و ناکس کے لئے یہ تمیز دشوار ہے کہ قاری نے ضاد پڑھایا ظاء۔

عزیز بچو! یہ دعویٰ اور ضاد کی مذکورہ ادا یعنی سننے میں ظاء محسوس ہو بالکل غلط ہے اور تصریحاتِ علماء اور قراء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام القراء صاحب فوائد مکیہ ضاد اور ظاء میں مشابہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں مگر ایسا تشابہ کہ حرف ضاد قریب ظاء مسموع ہو اسطرح کا تشابہ ممنوع ہے اسی کو ابن حاجب اور رضی نے مستهجنه (یعنی مہمل و بیکار) لکھا ہے (لمعات صفحہ ۶۰ رسطر ۱۳ر)

پس امام القراء صاحب فوائد مکیہ کی اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ ضاد کی مذکورہ ادا جو مثل ظاء مسموع ہو غلط اور ممنوع ہے اور علامہ ابن حاجب اور امام رضی نے اس کو مہمل و بیکار لکھا ہے۔ اور رہا

یہ دعویٰ دونوں میں ایسا تشابہ کہ ہر کس وناکس کے لئے تمیز بھی دشوار ہے کہ قاری نے ضاد پڑھا یا **ظاء** یہ دعویٰ بھی غلط ہے کیونکہ جس طرح دیگر مشتبہ الصوت حروف کی ادائیگی میں عوام کا سامع بآسانی فرق کر لیتا ہے اسی طرح **ضاد۔ظاء** میں بھی بآسانی فرق معلوم کر لے گا۔ جبکہ بعض مشتبہ الصوت حروف مثلاً **ذال** و **ظاء** اور ایسے ہی **سین، صاد** مخرج میں بھی متحد ہیں انمیں تمایز صرف صفات ہی کی وجہ سے ہے اور **حا۔ ھا** میں تو صرف مخرج ہی ممیز ہے چونکہ جملہ صفات میں دونوں متحد ہیں پھر بھی عوام کا سامعہ ان میں فرق ظاہر پاتا ہے اور **ضاد و ظاء** تو نہ مخرج میں متحد ہیں اور نہ دونوں میں قربیت ہی ہے بلکہ بُعد یت ہے جیسا کہ فقیہ اسلام حضور سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں علامہ ملا علی قاری سے ناقل ہیں، اور اگر یہ دونوں اکٹھے ہوں یعنی **ضاد** اور **ظاء** تو ہر ایک کو ظاہر کرنا لازم ہے ان کے **بُعد** مخرج کی وجہ سے ملا کر پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ثالث)

لہٰذا جب دونوں کے مابین بُعد یت بھی ہے جو کہ خود امتیاز وفرق کے لئے کافی ہے لہٰذا ایک صفت کا بھی فرق ہے اور جملہ حروف ایک دوسرے کے غیر بھی ہیں اور ہر لفظ کی طبعی آواز بھی علیحدہ ہے تو پھر کیوں بآسانی فرق معلوم نہیں کرلے گا اور کیوں دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے، چنانچہ فتاویٰ اجملیہ میں ہے، مشتبہ الصوت حروف کی ادائیگی میں جس طرح ہر سامع انکے درمیان بین فرق وامتیاز کر لیتا ہے اسی طرح **ضاد۔ظ** اور **دال** میں ممتاز فرق کا ہونا ضروری ہے (اجملیہ دوم ص ۱۱۸) اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ان متجو دین نے مشتبہ الصوت ہونے کا یہ مطلب کہاں سے تراشا کہ دونوں ایک دوسرے کے ایسے ہم آواز ہو جائیں کہ جس میں سامع کو کوئی امتیاز ہی نہ ہوسکے۔ ملاحظہ ہو کہ یہی **ت** فوقانیہ اور **ط** مہملہ مشتبہ الصوت ہیں باوجودیکہ ہر سامع ان کی ادائیگی کے وقت ان کے مابین فرق بآسانی معلوم کر لیتا ہے (اجملیہ دوم ص ۲۷) الحمد للہ ان عبارات سے دعویٰ کا غلط اور باطل ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا، اور یاد رہے جن کتب تفسیر و تجوید اور فقہ میں **ضاد ظاء** کو مشابہ الصوت لکھا ہے تو اس سے مراد اتنی کم درجہ کی مشابہت ہے کہ ہر کس وناکس کے لئے یہ تمیز بھی دشوار ہو کہ **ضاد** مشابہ **بالظاء** پڑھا بھی جارہا ہے یا نہیں۔

چنانچہ فتاویٰ رضویہ ثالث میں ہے کہ **ضاد** کا مشابہ بالظاء ہونا قدرے یقینی یہاں تک تمیز دشوار۔ لفظ قدرے سے وضاحت ہوگئی کہ اتنی قلیل وناقص **ضاد** کی آواز میں **ظاء** سے مشابہت ہوگی حتیٰ کہ تمیز بھی مشکل ہے کہ مشابہت ہے بھی یا نہیں۔ حاشیہ فوائد مکیہ میں ہے کہ جب **ضاد** کو اپنے

مخرج سے مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوت (آواز) اہل عرب کے **ضاد** کی صوت سے جو آج کل مروج ہے بہت مشابہ ہوگی اور **ظاء** کے ساتھ بھی تشابہ ہوگا مگر کم درجہ میں (از قلم مؤلف) لمعات ص ۱۱ ر پر ہے اگر **ضاد** میں صفت رخاوت زیادہ ہوجائیگی تو اشبہ بظاء ہوگا (یعنی ظاء کے ساتھ مشابہ زیادہ ہوجائیگا) اور اسی کو صاحب شافیہ اور رضی نے مستہجن (مہمل) لکھا ہے اور اطباق قوی ادا کیا جائیگا مع رخاوت تو الشبہ بضاد مروج بین العرب ادا ہوگا اور کسی قدر ظاء کے بھی مشابہ ہوگا۔

بعض کتب تفسیر و تجوید میں جو **ضاد و ظاء** کو متشابہ الصوت لکھا ہے اس سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ ظاء مسموع ہو اب تعارض بھی نہ رہا (از قلم مؤلفِ فوائد مکیہ) مذکورہ عبارات میں صاحب فوائد مکیہ نے لفظ کم اور کسی قدر کا لفظ استعمال فرما کر نیز نہ یہ کہ ظاء مسموع ہو کا جملہ ارشاد فرما کر واضح کر دیا کہ **ضاد** کی آواز میں **ظاء** کی مشابہت قلیل و کم درجہ کی ہوگی۔

اور اگر **ظاء** کے ساتھ مشابہت زیادہ ہوگی تو وہ **ضاد** مستہجنہ کہلائے گا۔ جس کو صاحب شافیہ اور امام رضی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ مؤلف فوائد مکیہ کے اس جملہ کا مطلب کہ اب تعارض بھی نہ رہا یہ ہے کہ کتب فن میں مشابہت اور عدم مشابہت دونوں طرح کی عبارات آئی ہیں جو اہل فن پر پوشیدہ نہیں۔

پس جن حضرات نے مشابہ ہونے کو لکھا ہے تو اس سے انکی مراد ناقص و قلیل ہے اور جن حضرات نے منع کیا ہے تو اس سے کاملہ و زیادتی مشابہت کا انکار ہے، لہٰذا علماء فن کے درمیان جو بظاہر تضاد نظر آ رہا تھا اب وہ نہ رہا (واللہ اعلم بالصواب)

نوٹ: **ضاد۔ ظاء** سے متعلق باقی ابحاث انشاء اللہ تعالیٰ فیض الازہریہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ میں بیان کروں گا، ماننے والے کے لئے اتنا ہی کافی ہے ہٹ دھرموں کے لئے دفتر بیکار۔

ف ۸ صفت غیر متضادہ ہر حرف میں نہیں پائی جائے گی چونکہ وہ تو بعض ہی حرفوں میں ہیں نہ کہ ہر حرف میں لہٰذا یوں کہا جائے کہ ہر حرف میں کم از کم پانچ صفتیں متضادہ سے اور انہیں حرفوں میں سے بعض میں ایک دو صفتیں غیر متضادہ سے بھی ضرور پائی جائیں گی ۱۲ ر

صفات ممیّزہ کا بیان

صفات لازمہ میں جو صفت ایک دوسرے سے مشابہ ہونے والے[1] حرفوں کو تمیز دے وہ ممیّزہ ہیں ورنہ غیر ممیّزہ ہیں۔ یہاں صرف صفات ممیّزہ بیان کئے جا رہے ہیں۔

حرف **سین** ممتاز ہے **ثا** سے صفت صفیر کی وجہ سے، اور **صاد** ممتاز ہے **سین** سے استعلاء[2] کی وجہ سے، اور **زا** ممتاز ہے **ذال** سے صفیر کی وجہ سے، اور **ظاء** ممتاز ہے ان دو حرفوں سے استعلاء[3] کی وجہ سے، اور **شین** معجمہ ممتاز ہے **سین** سے تفشّی کی وجہ سے، اور **طا** ممتاز ہے **تا** سے استعلاء[4] کی وجہ سے، اور **راء** ممتاز ہے **لام** سے تکریر کی وجہ سے، اور **قاف** ممتاز ہے **کاف** سے استعلاء[5] کی وجہ سے۔

پس جن صفات سے امتیاز ہوا ہے وہ ممیّزہ ہیں باقی ان حرفوں میں دوسرے اور صفات جو پائے جاتے ہیں وہ غیر ممیّزہ ہیں لیکن ان کو غیر ضروری نہیں سمجھنا[6] چاہئے۔ مثلاً خاء اور غین میں صفت استعلاء ہے۔ اگر یہ صفت ان میں نہ ادا کی جائے تو خاء مہمل ادا ہو کر کھا اور غین۔ گاف سے بدل کر غافل سے گافل[7] ہو جائے گا۔ (وقس علی ھذا)

☆حواشی☆

۱ یا ایک مخرج کے دو حرفوں میں تمیز دے وہ ممیّز ہیں، پس تعریف یوں ہوئی کہ جو صفت مشتبہ الصوت حروف یا متحد فی المخارج حرفوں کو تمیز دے دے اسکو صفت لازمہ ممیّزہ کہتے ہیں۔ ممیّزہ تمیز سے ہے جس کا مطلب جدا کرنا، علیحدہ کرنا ہے، چونکہ یہ صفات مشترک فی المخارج اور مشتبہ الصوت حرفوں کو الگ کر دیتی ہیں اس لئے انہیں ممیّزہ کہا جاتا ہے اور جس صفت سے ان دونوں صورتوں میں یعنی مشتبہ الصوت یا متحد فی المخارج حرفوں میں تمیز حاصل نہ ہو تو ایسی صفت کو صفت لازمہ غیر ممیّزہ کہتے ہیں مثلاً **غین**۔ **خاء** میں استعلاء یا **تا**، **دال**، **طا** میں شدت **ثا**، **ذال**، **ظاء** میں رخو ۱۲/

۲ اور اطباق کی وجہ سے (لمعات ص ۵۸) باقی ہمس۔ رخو۔ اصمات۔ صفیر۔ چار صفات میں دونوں مشترک ہیں اور مخرج میں بھی متحد ہیں پس **صاد** میں ممیّز صفتیں دو ہوئیں۔

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے شرح جذری، المنح الفکریہ میں رُمّانی وغیرہ کے حوالہ سے فرمایا اگر **صاد، طاء، ظاء** میں اطباق نہ ہوتو **صاد، سین** ہوجائے **طاء، دال** میں کوئی فرق نہ رہے اور **ظاء، ذال** ہوجائے۔

اور ایسا ہی حضور سیدنا اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے امام سیبویہ کے حوالہ سے فرمایا **لولَاالاطباق فی الصاد لکانَ سیناً وفِی الظَّاءِ کان ذالاً وفی الطَّاءِ کانَ دالاً** یعنی اگر صاد، ظاء، طاء میں اطباق نہ ہوتو **صاد، سین** ہوجائے اور **ظاء۔ذال** اور **طاء۔ دال** ہو جائے (فتاویٰ رضویہ ثالث) مگر یادرہے اطباق سے اطباق مع الاستعلاء مراد ہے۔ چونکہ حروف مطبقہ سب کے سب مستعلیہ میں بھی ہیں لہٰذا اولاً استعلاءِ لسان کی وجہ سے ان حرفوں میں تفخیم ہوگی پھر صفت اطباق کی وجہ سے ان حرفوں کی تفخیم میں مزید اضافہ ہوگا حاصل یہ ہے کہ مستعلیہ غیر مطبقہ کی نسبت مستعلیہ مطبقہ کی تفخیم اقوی اور زیادہ ہوتی ہے۔ پس اطباق کی وجہ سے تفخیم میں مزید جو اضافہ تھا اس کے ادا نہ ہونے سے وہی زیادتی ختم ہوکر مستعلیہ غیر مطبقہ یعنی **غین، خاء، ق** کے برابر تفخیم ہوگی ایسا نہیں کہ نفس تفخیم ہی ختم ہوجائے کیونکہ سب کے سب استعلاء میں تو ہیں ہی جس کی وجہ سے تفخیم ہوگی وہ اور بات ہے کہ بدرجہ کمال نہیں ہوگی اس لئے قراء نے اطباق کے ترک کو لحن خفی فرمایا ہے ثابت ہوا کہ اطباق سے اطباق مع استعلاء مراد ہے ورنہ محض اطباق کے ترک کرنے سے **صاد۔ سین** نہیں ہوگا **(ھذا ما ظھر لی)** ۱۲ر

۳ے اور اطباق کی وجہ سے (لمعات صفحہ ۵۸) ۱۲ر

۴ے اور جہر، اطباق، قلقلہ کی وجہ سے یعنی کل چار صفات ممیزہ ہیں اور **تا** میں اسکی اضداد صفات ہیں یعنی مہموسہ، مستفلہ، منفتحہ، غیر قلقلہ۔

عزیز بچو! ذرا ایک بات پر تو غور کرو کہ **طا۔ تا** چار صفات میں متغائر ہونیکے باوجود دونوں مشتبہ الصوت ہیں اور **طاء۔ دال** میں سوائے استعلاء واطباق کے کچھ فرق نہیں باقی چار صفات جہر، شدت، اصمات، قلقلہ میں متحد ہیں۔

پھر بھی دونوں میں ذرا بھی تشابہ نہیں، اگر آپ غور کریں اس طرح اور بھی حروف ہیں مثلاً **ھا، ثا، ک تا** کہ ان میں ایک صفت کا بھی فرق نہیں، لہٰذا اگر مشتبہ الصوت ہونے کا مدار صرف مشارکت فی الصفات ہوتا جیسا کہ فرقۂ ظائیہ **ضاد، ظاء** میں **دال** کے مقابلہ میں صفات کا اشتراک لکھتے ہوئے یہ ضابطہ بیان کرتا ہے کہ جو حرف کسی حرف کے ساتھ جتنی زیادہ صفات میں مشترک ہوگا اتنا ہی اس حرف کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوگا۔ اس ضابطہ کے تحت طاء اور تا چار صفات میں متغائر ہوتے

ہوئے مشتبہ الصوت نہ ہونا چاہئے تھا حالانکہ مشتبہ الصوت ہیں اور **طـــاء ۔دال** وغیرہ کو مشتبہ
الصوت خوب ہونا چاہئے تھا مگر ذرا بھی تشابہ نہیں، پس اس مختصر سی وضاحت سے اس ضابطہ کا کمزور و
ناواضح ہوگیا۔ اسیطرح کا مفہوم فتاویٰ اجملیہ ثانی میں ہے ۱۲/

٥ اور جہر۔ قلقلہ کی وجہ سے یعنی کل تین صفتیں ممیزہ ہیں ۱۲/

٦ کیونکہ یہ بھی مقومِ ذات ہیں اور تحسینِ حرف سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا حرفوں کو انکے مخارج اور جملہ
صفات سے اس طرح ادا کرنا چاہئے کہ جس طرح اہلِ عرب ادا کرتے ہیں ۱۲/

٧ **غین۔ خاء** میں صفت استعلاء ادانہ ہونے سے نہ تو **خاء** مہمل اداہو کر **کھا** ہوگی اور نہ ہی
غین ۔گاف سے بدل کر **غافل** سے **گافل** ہوگا کیونکہ صفات غیر ممیزہ کا تعلق تحسین حرف
سے ہے اسیوجہ سے جس طرح عارضہ کو **مُحَسِّنَہ** کہتے ہیں صفات غیر ممیزہ کو بھی اہل
فن **مُحَسِّنَہ** کہتے ہیں جنکے فقدان (ادانہ ہونے) سے حرف میں بھاری نقصان یا تبدیلی نہیں ہوتی
صرف زینت و تحسین میں فرق پڑتا ہے اس لئے مثل عارضہ کے غیر ممیزہ کا ترک قراء نے لحن خفی بتایا
ہے۔ خود حضرت مؤلف علیہ الرحمہ نے بھی غیر ممیّزہ کا ترک لحن خفی بتایا ہے، چنانچہ لحن جلی کا حکم بیان فر
مانے کے بعد فرمایا اگر اس قسم کی غلطی نہ ہو بلکہ وہ صفات جو حرف کی زینت اور تحسین کے لئے ہیں ادا
نہ ہوں تو اسکو لحن خفی کہتے ہیں، اس عبارت میں لفظ صفات کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ میں فرمایا
خواہ صفات عارضہ ہوں یا غیر ممیّزہ۔

معلوم ہوا کہ مثل دیگر قراء کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غیر ممیّزہ کا ترک لحن خفی ہی بیان فرمایا
ہے۔ پس اس مختصر سی توضیح سے ثابت ہوگیا کہ **غین ۔ خاء** میں استعلاء کے ادانہ ہونے سے نہ
خاء مہمل اداہو کر **کھا** ہوگی اور نہ ہی **غین گاف** سے بدل کر **غافل** سے **گافل** ہوگا یہ تو
مخرج کی تبدیلی ہے یعنی **کھا** اور **گاف** میں زبان **کاف** کے مخرج پر لگ رہی ہے چنانچہ تلفظ
شاہد ہے نیز لفظ کا مہمل ہوجانا یا معنٰی میں فساد پیدا ہونا لحن جلی کرنے سے ہوتا ہے نہ کہ لحن خفی سے اور
غیر ممیّزہ کا ترک لحن خفی ہے لہٰذا صرف تحسین اور زیب و زینت میں فرق پڑے گا نہ کہ **خاء ۔ غین**
مہمل ہوجائیں۔

پس ذرا غور کرو اور سمجھو۔

الف اور ھمزہ کی پہچان

الف	ہمزہ
(۱) الف ہمیشہ ساکن ماقبل مفتوح ہوتا ہے	(۱) ہمزہ کبھی متحرک ہوتا ہے اور کبھی ساکن
(۲) الف ہمیشہ مدّہ ہوتا ہے	(۲) ہمزہ میں ہمیشہ ضغطہ (جھٹکہ) ہوتا ہے
(۳) الف کبھی کلمہ کے شروع میں نہیں آتا	(۳) ہمزہ کلمہ میں ہر جگہ[1] آتا ہے
(۴) الف کی آواز اپنے مخرج پر اعتماد نہیں کرتی بلکہ ہوا پر تمام ہوتی ہے	(۴) ہمزہ کی آواز اپنے مخرج پر اعتماد کرتی ہے
(۵) الف میں صفت رِخو ممیّزہ ہے	(۵) ہمزہ میں صفت شدت ممیّزہ ہے
(۶) الف رسم خاص ہے یعنی ایک کشش ہے جو اس صورت (ا) کی ہوتی ہے	(۶) ہمزہ کی کوئی اصلی صورت نہیں ہے عین کا سر (ء) ہمزہ کی صورت نہیں ہے بلکہ ہمزہ کی پہچان کی علامت بنائی گئی ہے

لیکن جب ہمزہ ساکن اور اس کے قبل زبر ہو تو عین کا سرا بھی نہیں ہوتا، بلکہ صرف الف کی کشش ہوتی ہے تو جو شخص عربی سے ناواقف ہے وہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ الف ہے یا ہمزہ، پس ایسی صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب الف پر جزم لکھا ہو تو ہمزہ ہے ورنہ الف، کیونکہ الف جزم کا محتاج نہیں ہے۔ پس **قَالَ، رَىٰ** اور اس کے مثل میں الف ہے اور **اَمَرَ، مَأْكُول، بَأْسٌ** اور اسکے مثل میں ہمزہ ہے۔

فائدہ: ہمزہ دو قسم پر آتا ہے، ایک وہ جو کلمہ سے کبھی نہیں گرتا[2] اس کو ہمزہ اصلی اور قطعی کہتے ہیں دوسرے وہ ہمزہ جو کسی حرف یا کلمہ کے ملانے سے گر جاتا[3] ہے، ایسے ہمزہ کو وصلی[4] اور عارضی کہتے ہیں یہ ہمیشہ کلمہ کے شروع میں آتا ہے، جو شخص عربی نہیں

جانتا اس کو اصلی اور وصلی میں تمیز نہیں ہوسکتی اور نہ میری نظر سے ان کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ گذرا ہے۔

☆حواشی☆

۱ یعنی شروع، وسط، آخر تینوں جگہ آتا ہے۔ جیسے **اَمَرَ ، سَئَلَ ، قَرَءَ** ۱۲ر

۲ یعنی وصل اور ابتداء دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے اور کبھی حذف نہیں ہوتا جیسے **انسان ، ابراهیم ، القیا ، اَخرج ، انذر ، انعمت ، الم نشرح ، ان ، اِلَّا** یاد رہے کہ یہ ہمزہ کلمہ کی ہر سہ اقسام یعنی اسم، فعل، حرف تینوں میں آتا ہے جیسا کہ **امثله** سے ظاہر ہے ۱۲ر

۳ یعنی ابتداء میں تو پڑھا جاتا ہے اور وصل میں گر جاتا ہے مثلاً **انَّه الحق** میں **الحق** کا ہمزہ ۱۲ر

۴ ہمزہ وصلی کو وصلی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہمزہ خود تو وسط کلام میں ساقط ہوجاتا ہے مگر اپنے ماقبل اور ما بعد کو باہم ملا دیتا ہے اور چونکہ وصل کے معنٰی ملانے کے ہیں اس لئے وصلی کہتے ہیں۔ نیز اس ہمزہ کو ساکن کے ساتھ ملا دینے سے کلمہ کے تلفظ پر قدرت حاصل ہوجاتی ہے اور تلفظ کرنا ممکن ہوجاتا ہے۔ اسی لئے علامہ خلیل نے اس کو سُلم اللسان (زبان کی سیڑھی) فرمایا ہے۔ دیکھو شرح جذری منح الفکریہ ص ۷۷ر وغیرہ۔

اور یہ ہمزہ وصلی بھی اسم، فعل، حرف تینوں میں آتا ہے۔

حروف کا ہمزہ:۔ حروف میں صرف لام تعریف کا ہمزہ وصلی مفتوح ہوتا ہے جیسے **القارعة** ، بقیہ تمام حروف کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے مثلاً **اَوْ، اَمْ، اِنَّ ، اِلَّا** وغیرہ۔

سوال: ہمزہ وصلی کی اصل حرکت تو کسرہ ہے جیسا کہ کتب فن میں مذکور ہے تو پھر لام تعریف کا ہمزہ وصلی مفتوح کیوں؟

جواب: چونکہ لام تعریف کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال حصول تخفیف کو چاہتا ہے لہٰذا تخفیف کی غرض سے فتحہ منتخب ہوا کیونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے (عین الفکریہ ص ۸۷ر و منح الفکریہ ص ۸۷ر) ۱۲ر

اسماء اور افعال کا ہمزہ

عزیز بچو! قرآن کریم میں ہمزہ وصلی حسب ذیل اسماء اور افعال میں آیا ہے۔

(۱) جس ماضی میں پانچ یا چھ حروف ہوں اس کے مصدر میں ہمزہ وصلی ہوگا جیسے **انتقام ، انفصام ، اختلاف، استغفار، استخراج** وغیرہ پہلے تین کلمات کی ماضی پانچ حروف پر مشتمل ہے

یعنی انتقمَ ، انفصمَ ،اختلفَ جبکہ چوتھی اور پانچویں مثال کی ماضی چھ حروف والی ہے یعنی استغفرَ ،استخرجَ

سوال: اگر جو ماضی چار اور تین حروف والی ہو تو اس کے مصدر میں ہمزہ کیسا ہوگا؟

جواب: اگر ماضی چار حرفوں والی ہو تو اس کے مصدر میں ہمزہ قطعی ہوگا جیسے **فکفارتہٗ اطعامُ عشرةَ** میں **اطعام** اور **یُخرِجکم اخراجاً** میں **اخراجا** کہ ان کلمات کی ماضی چار حروف پر مشتمل ہے یعنی **اَطعَمَ ، اَخرَجَ** اور تین حروف والی ماضی کے مصدر کا ہمزہ اصلی ہوتا ہے۔ جیسے **اذْن، اکل، امن، امر** وغیرہ کہ ان کی ماضی تین حروف پر مشتمل ہے۔

ہمزۂ اصلیہ کی تعریف

ہمزۂ اصلیہ کی تعریف : جو ہمزہ کلمہ کے اصل حروف یعنی **فا، عین ،لام** کی جگہ ہو اس کو ہمزہ اصلی کہتے ہیں مثلاً **اَمر ، شأنُ، تفتؤا** وغیرہ۔

سوال: ہمزہ اصلی اور قطعی میں کیا فرق ہے؟

جواب: بعض اوقات ہمزہ اصلی کو بھی ہمزہ قطعی کہہ دیتے ہیں کہ ہمزہ اصلی بھی ہمزہ قطعی کی طرح درمیان کلام میں حذف نہیں ہوتا۔ مگر ہمزہ اصلی کلمہ کے شروع، وسط اور آخر تینوں مواضع میں آتا ہے جبکہ ہمزہ قطعیہ صرف کلمہ کے شروع میں آتا ہے لیکن ہمزہ اصلی اور قطعی دونوں چونکہ وسط کلام میں باقی رہتے ہیں اس لئے ان کو ایک ہی حکم پر قیاس کرتے ہوئے ہمزہ قطعی کے ذیل میں اہل فن بیان کردیتے ہیں ۱۲ر

(۲) اسمائے سبعہ یعنی مندرجہ ذیل وہ سات اسماء جن کے شروع میں ہمزہ وصلی مکسور ہوتا ہے **ابنٌ،ابنۃٌ ، امرأةٌ ، امرؤٌ، اسمٌ ، اثنین ، اثنتین۔**

(۳) افعال میں ثلاثی مجرد کے امر میں جیسے **اِضرِب ، اِسمَعْ۔**

(۴) ثلاثی مزید فیہ اور رباعی مزید فیہ کے امر حاضر کے صیغوں میں جیسے **استنصر، انتقم، اطمانِ، اقشعرر** اور ان کی ماضی معروف و مجہول میں ہمزہ وصلی ہوگا جیسے **اقترَبَ ، استَخرجَ، اُستهزاَ، اُستضعفوا۔** ملخص از منح الفکریہ وحواشی المفہمہ وغیرہ۔

اے فن کے طلبگار و اس طرح کے قواعد چونکہ عربی جاننے پر موقوف ہیں جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، لہٰذا تجوید و قرأت کے ساتھ کم از کم عروس الادب، بدایۃ الصرف، قوائد النحو، فیض الادب وغیرہ ضرور پڑھو ایک طرف ڈھائی تین سال کی مدت میں آپ کا مطلوبہ کورس بھی ہو جائیگا اور ساتھ ہی یہ کتابیں بھی ہو جائیں گی جو کہ فن کی کتابیں سمجھنے میں بہت معاون ثابت ہونگی عبارات کو خوب سمجھنے لگو گے اور مصدر، مشتق، جامد، صحیح، مہموز، معتل، مضاف، ثلاثی مزید فیہ رباعی مزید فیہ وغیرہ کی بھی معرفت حاصل ہو جائے گی۔

صفات عارضہ کا بیان

صفات عارضہ میں کسی نہ کسی روایت کی پابندی ضروری ہے اور چونکہ عموماً حفص رحمۃ اللہ علیہ کے متبع زیادہ ہیں اس لئے ہم انہیں کے موافق صفات عارضہ کے قواعد بیان کرینگے پس اگر کسی نے صفات عارضہ نہ ادا کیا تو لحن کے علاوہ دوسری غلطی یہ ہوگی کہ روایت کے خلاف ہوگا۔

چونکہ صفات عارضہ میں چند باتیں بہ کثرت آتی ہیں اس وجہ سے ان کو ذیل میں بیان کرتا ہوں تا کہ ان کو اچھی طرح سمجھ لو۔

حرکت [۱] : زبر، زیر، پیش کو کہتے ہیں اور جس حرف پر حرکت ہو اس حرف کو متحرک کہتے ہیں۔

ضمہ:۔ پیش کو کہتے ہیں اور جس حرف پر ضمہ ہو اس حرف کو مضموم کہتے ہیں۔

فتحہ:۔ زبر کو کہتے ہیں اور جس حرف پر فتحہ ہو اس حرف کو مفتوح کہتے ہیں۔

کسرہ:۔ زیر کو کہتے ہیں اور جس حرف پر کسرہ ہو اس حرف کو مکسور کہتے ہیں۔

تنوین [۲] :۔ دوزبر، دوزیر، دوپیش کو کہتے ہیں اور جس حرف پر تنوین ہو اس حرف کو منون کہتے ہیں چونکہ یہ اداءً نون ساکن ہے اس وجہ سے بحالت وصل یہ نون ساکن کے حکم میں ہے۔ [۳]

تشدید:۔ حرف کو ساکن پڑھ کر اس کو فوراً متحرک کرنا جیسے **عَنَّا** وغیرہ۔

ساکن:۔ جس حرف پر سکون (جزم) ہو جیسے **عَنْ** وغیرہ۔

تنبیہ: صفات عارضہ کے متعلق تین قسم کے بیانات ہونگے اور ہر ایک کا حکم علیحدہ علیحدہ بیان ہوگا۔

☆حواشی☆

۱ جو آواز کسی حرف پر ارادۃً زائد کی جائے اس کو حرکت کہتے ہیں۔ حرکت کے ادا میں خیال رکھنا چاہئے کہ خوب صاف ادا ہو اشباع حرکت نہ ہو ورنہ اگر بلا ضرورت اشباع حرکت ہو گیا یا ابدال حرکت با لحرکت یا ابدال حرکت بالسکون ہو گیا تو لحن جلی ہو جائی گی، اسی طرح اگر حرکت مجہول ہو گئی یا بلا ضرورت حرکت میں کمی ہو گئی یا حرکت عارضی کے ادا میں غلطی کی یا حرکت ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئی تو لحن خفی ہو جائے گی لہٰذا حرکت کے ادا میں خوب خاص خیال رکھو کہ کہیں لا پرواہی میں مذکورہ غلطیاں پیدا نہ ہو جائیں۔

سوال: جس طرح حرف کی دو قسمیں ہیں اصلی اور فرعی۔ کیا اسی طرح حرکت کی بھی دو قسمیں ہیں؟

جواب: ہاں حرف کی طرح حرکت کی بھی دو قسمیں ہیں حرکت اصلیہ اور حرکت فرعیہ۔

حرکت اصلیہ وہ ہے کہ جس میں کسی حرکت کا اختلاط نہ ہو۔ یہ تین ہیں فتحہ، ضمہ، کسرہ۔ اور حرکت فرعیہ وہ ہے کہ جو حرکت اصلیہ ہی کے اختلاط سے متفرع ہو، حرکت فرعیہ حضرت حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ایک ہے۔ فتحہ ممالہ۔ کذا فی التنویر۔

۲ تنوین کی اصطلاحی تعریف:۔ تنوین اس نون ساکنہ کو کہتے ہیں جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے بعد واقع ہو اور تاکید فعل کا افادہ نہ کرے جیسے **انھارٌ** ایک کلمہ ہے اس کا آخری حرف **راء** ہے اس پر حرکت ضمہ ہے اس ضمہ کے بعد نون ساکن ہے ایسے نون کو تنوین کہتے ہیں اور بطور علامت و پہچان دو زبر، دو زیر، دو پیش ہوتے ہیں۔ اور اہل عربیت کے نزدیک تنوین کے معنی ہیں کسی کلمہ پر نون داخل کرنا۔

سوال: عام کتبِ فن میں تعریف تو اس طرح کی گئی ہے کہ وہ نونِ ساکنہ جو آخر کلمہ کی حرکت کے تابع ہوتا ہے (الفوائد الضیائیہ) یا وہ نون ساکنہ جو لفظ کے کامل ہونے کے بعد آخر میں لاحق ہوتا ہے (ابراز) مذکورہ تعریفوں میں تاکید فعل کا افادہ نہ کرے، کی قید نہیں ہے؟ جب کہ آپ نے جو تنوین کی تعریف کی ہیا س میں تاکید فعل کا افادہ نہ کرے کی قید ہے آخر یہ قید کیوں لگائی؟

جواب: تاکید فعل کا افادہ نہ کرے۔ کی قید نون خفیفہ کو نکالنے کے لئے ہے جیسے **لَیَفْعَلَنْ** کہ یہ ساکن بھی ہے اور کلمہ کے آخری حرف لام کی حرکت کے بعد بھی لیکن چونکہ فعل کی تاکید کا افادہ کرتا ہے اور تنوین تاکید فعل کا افادہ نہیں کرتی اس لئے یہ تنوین نہ ہوا معلوم ہوا یہ قید ضروری ہے ۱۲/

۳ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ نون ساکن اور تنوین میں چار لحاظ سے فرق کے باوجود تنوین بحالت
وصل نون ساکن کے حکم میں کیوں ہے؟
جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ اداءً نون ساکن ہے یعنی وصل میں دونوں کا تلفظ ایک ہے اسلئے احکام میں
نون ساکن کے ساتھ متحد ہے، اور چار لحاظ سے جو فرق ہے اس فرق کو لمعات ص ۶۹ / پر دیکھو بہت
مشہور فرق ہے۔

پہلا بیان: حروف کے پُر اور باریک پڑھنے کا

پُر حرف کا مطلب یہ ہے کہ حرف موٹا پڑھا جائے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ حرف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ تالو کی طرف اٹھے، پُر حرف کو ہونٹ سے کوئی علاقہ نہیں ہے، **خُصَّ ضَغطٍ قِظْ** کے حروف ہمیشہ پُر پڑھے جائیں گے اگر چہ ان حرفوں پر زیر ہی کیوں نہ ہو[1] جیسے **قِتال** اور **خالِق** کا **قاف**۔

تنبیہ: **ا، ل، ر،** کبھی پُر اور کبھی باریک پڑھے جاتے ہیں اس لئے اس کے قواعد کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔

الف سے پہلے پُر حرف ہوگا، تو الف[2] بھی پُر ہوگا جیسے **قَالَ** وغیرہ ورنہ باریک پڑھا جائے گا جیسے **حَالَ** وغیرہ۔

لفظ اللہ سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہوگا تو اللہ کا لام پُر ہوگا[3] جیسے **نَاقَةَ اللہ** اور **مِن اللہ** اور اگر قبل کسرہ ہوگا تو لام باریک پڑھا جائیگا جیسے **بسم اللہ** وغیرہ (اور را کے پُر پڑھنے کے کئی قاعدے ہیں) اس لئے نمبر وار لکھے جاتے ہیں۔

(۱) **را پر** فتحہ یا ضمہ ہوگا تو **را**[4] پُر ہوگی جیسے **رَبب، رُزِقُوا**۔

(۲) **را ساکن** سے پہلے ضمہ یا فتحہ[5] ہو تو **را** پُر ہوگی جیسے **قُرآن، برق**۔

(۳) **را شدد** پر ضمہ یا فتحہ ہو تو **را** پُر ہوگی جیسے **مِن ربِّکُم، مِن رُّوحِنَا**۔

(۴) **را ساکن** سے پہلے کسرہ ہو اور اس **را** کے بعد کوئی پُر حرف[6] اسی کلمہ میں ہو تو ایسی **را** پُر ہوگی جیسے **فِرقَة** لیکن **فِرق** میں پُر اور باریک دونوں[7] جائز ہیں۔

(۵) **را** ساکن سے پہلے کسرہ عارضی (یعنی کسی وجہ آیا ہو) تو **را** پُر ہوگی جیسے **ارجِعُوا، ارکَب**۔

(۶) را ساکن سے پہلے کسرہ دوسرے کلمہ [۸] میں ہوتو را پُر ہوگی جیسے اَلَّــذِی ارتضٰی۔

(۷) و را متحرکہ یا مشددہ وقف کی وجہ سے ساکن ہوتو وہ را ساکنہ کے حکم میں ہے، پس اگر را موقوفہ سے پہلے ی ساکن ہوتو را باریک ہوگی اگرچہ اس کے قبل زبر ہی کیوں نہ ہو [۹] جیسے خبیر وغیرہ۔

غرض کہ را موقوفہ سے پہلے اگر ساکن ہوتو تیسرے حرف کی حرکت کے لحاظ سے حکم دیا جائیگا مگر قبل کسرہ اور یا ساکنہ کی صورت میں ترقیق ہوگی۔ [۱۰]

فائدہ: حروف مستعلیہ اور اٰ، لؔ، رؔ، کے علاوہ تمام حروف ہمیشہ باریک پڑھے جائیں گے۔

☆حواشی☆

[۱] مگر تفخیم ایک جیسی نہ ہوگی بلکہ احوال کے لحاظ سے تفخیم کی چار حالتیں ہیں۔

(۱) حالت اُولیٰ:۔ حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہوتو اسکی تفخیم اعلیٰ اور اکمل درجہ کی ہوگی جیسے **طَاب**

(۲) حالت ثانیہ:۔ حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف نہ ہو جیسے **صَرَفَ، طَبَعَ**۔

(۳) حالت ثالثہ:۔ حرف مفخم مضموم جیسے **قُتِلَ**۔

(۴) حالت رابعہ:۔ حرف مفخم مکسور جیسے **ظِلّ**۔

نوٹ: اور رہا ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے مثل **یَظْلِمُ، یُطْعِمون، وَعِظْھُم**۔ اور رہا سوال کہ یہ جو تفخیم کے مراتب بیان کئے گئے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے اس کو جاننے کے لئے لمعات ص ۶۷/ حاشیہ نمبر ۲۰/ دیکھو۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ خود حروف مستعلیہ یعنی **خصَّ ضغط قظ** کی تفخیم بھی یکساں نہیں ہے بلکہ اس میں بھی مراتب ہیں پس سب سے زیادہ پُر **طاء** ہے پھر **صاد** و **ضاد** اور پھر **ظاء** اس کے بعد **قاف** کا درجہ ہے پھر **غین** اور پھر **خاء** کا مرتبہ ہے (نہایہ ص ۱۳۲/) الشیخ محمد مکی علیہ الرحمہ۔

اور حروف مستعلیہ میں تفخیم کے مراتب کی وجہ استعلا اور اطباق کا قوت وضعف کے لحاظ سے پایا جانا ہے کیونکہ ایک ہی صفت کیفیت کے اعتبار سے تمام حروف میں یکساں نہیں ہوتی بلکہ بعض میں زیادہ قوی اور بعض میں کم مثلاً اطباق چار حروف میں ہے مگر طا میں سب سے زیادہ قوی ہے لہٰذا تفخیم بھی زیادہ ہوگی، اسی طرح قاف میں استعلا قوی ہے جیسا کہ نہایہ میں رعایہ کے حوالہ سے ہے، لہٰذا **غین ۔ خاء** کے مقابلہ میں قاف میں تفخیم زیادہ ہوگی۔

فائدہ : طا قوی ہے اطباق میں جہر اور شدت کی وجہ سے اور ظاء معجمہ اضعف ہے اطباق میں کیونکہ رخو ہے اور مع اطراف ثنایا علیا طرفِ لسان کی طرف انحراف ہے یعنی مائل ہے اور صاد و ضاد متوسط ہیں اطباق میں یعنی ان تینوں حرفوں میں رخو کی وجہ سے اطباق ضعیف ہے اور ظاء معجمہ اضعف ہے اطباق میں انحراف مذکور کی وجہ سے چنانچہ نہایہ ص ۶۵/ پر ہے کہ مرعشی کے رسالہ میں رعایہ سے نقل کرتے ہوئے ہے، **الطاءُ المهملةُ اَقوَاها فی الاطباق لجهرها و شِدَّ تها والظَّاءُ المعجبة اضعفها فی الا طباقِ لِرخاوتها وَانحرافها الی طرف اللسان مع اطرافِ الثنايا العليا والصاد والضاد متوسطتان فی الاطباق،** یعنی **اَنَّ هٰذهِ الثلاثة كرخاوتِها ضعف اطباقها و كانتِ الظاء المعجمة اضعفها فی الاطباق لانحرافها المذكور۔**

عزیز بچو! اوپر والا فائدہ اسی عبارت ہی کا ترجمہ ہے لہٰذا مزید ترجمہ کی حاجت نہیں۔

مگر سید القراء والمحدثین حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حروف اطباق میں صاد کو اضعف فرمایا ہے اس لئے کہ یہ مہموسہ ہے (منح الفکریہ ص ۳۲/) اسی وجہ سے بعض قراء نے صاد کو ترتیب میں ضاد اور ظاء کے بعد بھی رکھا ہے ۱۲/

۲ ایک صاحب جن کا اسم گرامی قاری محمد علی عرف عبد المنان ابن آغا شجاعت علی جہانگیری مشہور شہر ڈھاکہ ہیں انہوں نے اپنی لاعلمی کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی تحقیق و تردید کی بنا پر اپنی کتاب مفید القاری میں تفخیم الف کے بابت جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بعینہٖ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

"جاننا چاہئے کہ الف جس کو مدہ کہتے ہیں جب حرف تفخیم کے بعد آوے تو خوب خیال رکھے کہ حرف پُر کے ساتھ الف نہ پُر ہو جائے، جیسا کہ **خالدین** اور **صالحین** وغیرہ میں کیونکہ عاجز نے کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھا اگر کسی صاحب کی نظر میں پڑے اور معتبر بھی ہو تو عاجز کو دکھا دیں اور عمل میں بھی لا دیں بشرطیکہ عاجز زندہ رہے ورنہ اس کتاب میں لکھ دیں......الخ......

اب معلوم نہیں قاری صاحب موصوف زندہ ہیں یا نہیں اور مفید القاری کے ہر نسخوں میں لکھنا میرے

امکان میں نہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب میں اس کی عبارت نقل کر کے تفخیم الف کے متعلق کچھ لکھدوں تاکہ ناظرین کو الجھن نہ ہو۔

الف کا پُر ہونا درایۃً اور روایۃً دونوں طرح متحقق ہیں چنانچہ خلاصۃ البیان میں ہے **فالالف تابع لماقبله فی الصفة کمافی الذات** ۔اس سے درایت کا بھی حال معلوم ہو گیا اور فوائد مکیہ میں ہے کہ الف سے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا، اسکے علاوہ کتاب الرعایہ ص ۲۵ کی مختصر عبارت نقل کرتا ہوں۔

ومثلها فی التفخیم فی کثیر من الکلام الراء والالف واللام نحو ربکم الخ.. یہ کتاب ۲۰ھ کی مطبوعہ ہے اور نشر میں ہے، **و اما الالف فالصحیح انها لا توصف بترقیق ولا تفخیم بل یحسب مایتقدمها فانها تتبعه ترقیقا و تفخیما... و اما بعض المتأخرین و علی ترقیقها بعد الحرف المفخّمه فهو شیء و هم فیه و لم یسبقه الیه احد.....**

اعلم ایها القاری ان من انکر تفخیم الالف فانکاره اما صادره عن جهله اوالتمسک ببعض الکتب التجوید التی اهمل مصنفوها فیهاالتصریح بذکر تفخیم الالف فعلیک الرجوع الیٰ کتبه المعتبرة والاجتنابعن مثل ذالک الهنوات'' ۱۲/ منه

۳ **اللّٰه** کے لام کی پُر کی وجہ اسم الجلالہ کی تعظیم کا اظہار ہے، فتحہ اور ضمہ کی شرط مناسبت کی بنا پر ہے کیونکہ کسرہ میں انخفاض ہوتا ہے اور انخفاض و تفخیم میں مناسبت نہیں ۱۲/

۴ اگر کسرہ ہو باریک ہوگی جیسے **رجال** اور پُر کی صورت میں فتحہ، ضمہ کی قید اسم الجلالہ کی طرح مناسبت کی بناء پر ہے یعنی فتحہ اور ضمہ تفخیم کے مناسب ہیں اور کسرہ میں چونکہ انخفاض ہوتا ہے جو تفخیم کے منافی ہے پس کسرہ کے مناسب ترقیق ہے کیونکہ ترقیق کا تعلق بھی زبان کا نیچے رہنے سے ہے ۱۲/

نوٹ: پیارے بچو اگر کسی لفظ کا معنیٰ سمجھ میں نہ آئے تو اس کو لغت میں دیکھ لو یا اپنے شیخ سے پوچھ لو۔

۵ اگر زیر ہو تو باریک ہوگی مگر اس راء کے باریک ہونے کے تین شرائط ہیں۔

(۱) زیر اصلی ہو (۲) اسی کلمہ میں ہو (۳) اور ما بعد کوئی پُر حرف بھی اسی کلمہ میں نہ ہو جیسے **فِرعون** ، **فردوس** اور اگر کسرہ عارضی ہو یا کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو یا ما بعد کوئی پُر حرف اسی کلمہ میں ہو تو ان تینوں صورتوں میں **راء** پُر ہوگی جیسا کہ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں صورتوں کو نمبر ۴، ۵، ۶، میں مع مثالوں کے بیان کیا ہے ۱۲/

حالت وقف میں۔

(۴) حرف مد کے بعد سکون لازم ہوتو اس مد کو مد لازم [۵] کہتے ہیں جیسے آلـٰٔـن اور دابّــہ وغیرہ، وجوہ مدہ میں سے مد متصل اور مد منفصل میں توسط ہے جس کی مقدار دو، ڈھائی [۶]، چار الف ہے اور مد عارض میں طول، توسط، قصر (یعنی ترک مد) تینوں وجوہ جائز ہیں مگر طول اولی [۷] ہے۔

مد عارض میں توسط کی مقدار دو اور تین الف ہے، اور طول کی مقدار کشش تین اور پانچ الف ہے ان تینوں وجہوں میں سے جسکو چاہیں اختیار کریں اور مد لازم میں صرف طول ہے جس کی مقدار تین الف اور پانچ الف ہے۔

فائدہ:- مد لازم کی بلحاظ محل اور سبب چار قسمیں ہیں یعنی سکون تشدید کیساتھ ہوگا، یا بلا تشدید کے ہوگا اور محل کوئی کلمہ ہوگا، یا حروف مقطعات میں سے وہ حرف ہوگا جو ہجی کے وقت ثلاثی الحروف (تین حرفوں والا) اور بیچ والا حرف مدہ ہوگا، ان چار قسموں کے نام یہ ہیں۔ کلمی مثقل، کلمی مخفف، حرفی مثقل، حرفی مخفف۔

(۱) کلمہ میں حرف مد کے بعد سکون لازم تشدید کے ساتھ ہوتو اس کو کلمی مثقل [۸] کہتے ہیں، جیسے کآفّٰه وغیرہ۔

(۲) کلمہ میں حرف مد کے بعد سکون لازم بلا تشدید ہوتو اس کو کلمی مخفف کہتے ہیں جیسے آلئٰنُ

(۳) حروف مقطعات کے ایسے حرف کے بعد سکون تشدید کے ساتھ ہو جو ثلاثی الحروف اور بیچ والا حرف مدہ ہوتو اس کو حرفی [۹] مثقل کہتے ہیں جیسے الٓمّ کا لام۔

(۴) حروف مذکورہ کے بعد سکون بلا تشدید ہوتو اس کو حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے صٓ وغیرہ اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حرف لین کے بعد سکون لازم ہوتو اس کو مد لین لازم [۱۰] کہتے ہیں جیسے عین، سورہ مریم، اور سورہ شوریٰ میں، دوسرے یہ کہ حرف لین کے بعد سکون عارض ہوتو اس کو مد لین عارض کہتے ہیں جیسے

دوسرا بیان — مد کے متعلق

تعریف مد:۔ حرف مد کو اس کی اصلی مقدار سے (روایت کے موافق) کسی معین حد تک بڑھانا، اسی کو مد یا مد فرعی [1] کہتے ہیں۔

محل مد:۔ یعنی جن حرفوں پر مد ہوتا ہے وہ دو قسم پر ہیں۔ حرف مدہ، حروف لین۔

حروف مدہ تین ہیں، **واؤ، یا، الف**۔

(۱) واؤ ساکن ماقبل مضموم ہو تو اس واؤ کو واؤ مدہ کہتے ہیں، جیسے **قَالُوا** وغیرہ۔

(۲) یا ساکن ماقبل مکسور ہو تو اس کو یا مدہ کہتے ہیں جیسے **بنی اسرائیل**۔

(۳) الف ہمیشہ مدہ ہوتا ہے (یعنی الف ہمیشہ ساکن ما قبل مفتوح ہوتا ہے) جیسے **مَا وَلَا** یہ تینوں حروف **نوحیھا** اور **اوتینَا** میں جمع ہیں اور لین دو ہیں، **واؤ** اور **یا**۔ جبکہ یہ دونوں ساکن ماقبل مفتوح ہو جیسے **خوف، خیر**۔

سبب مدہ:۔ یعنی جس وجہ سے مد ہوتا ہے وہ دو ہیں، ہمزہ [3] اور سکون۔ حرف مد کے بعد ہمزہ یا سکون آنے کی وجہ سے مد ہوتا ہے اور حرف لین کے بعد محض سکون [4] آنے کی وجہ سے مد ہوتا ہے۔

اقسام مد:۔ حروف مدّہ میں جو مد ہوتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں، مد متصل، مد منفصل، مد لازم، مد عارض۔

(۱) حرف مد کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں ہو تو اس مد کو مد متصل کہتے ہیں جیسے **سَوَآءٌ، سُوٓءُ، سِیٓئُ**

(۲) حرف مد کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس مد کو مد منفصل کہتے ہیں جیسے **مَآ اُنزِلَ** وغیرہ

(۳) حرف مد کے بعد سکون عارض ہو تو اس مد کو مد عارض کہتے ہیں جیسے **نستعین، یعلمون**

حالت وقف میں۔

(۴) حرف مد کے بعد سکون لازم ہو تو اس مد کو مد لازم [5] کہتے ہیں جیسے **آلْـٰٔنَ** اور **دَآبَّــةٍ** وغیرہ، وجوہ مدہ میں سے مد متصل اور مد منفصل میں توسط ہے جس کی مقدار دو، ڈھائی [6]، چار الف ہے اور مد عارض میں طول، توسط، قصر (یعنی ترک مد) تینوں وجوہ جائز ہیں مگر طول اولیٰ [7] ہے۔

مد عارض میں توسط کی مقدار دو اور تین الف ہے، اور طول کی مقدار کشش تین اور پانچ الف ہے ان تینوں وجھوں میں سے جسکو چاہیں اختیار کریں اور مد لازم میں صرف طول ہے جس کی مقدار تین الف اور پانچ الف ہے۔

فائدہ:۔ مد لازم کی بلحاظ محل اور سبب چار قسمیں ہیں یعنی سکون تشدید کیساتھ ہوگا، یا بلا تشدید کے ہوگا اور محل کوئی کلمہ ہوگا، یا حروف مقطعات میں سے وہ حرف ہوگا جو ہجی کے وقت ثلاثی الحروف (تین حرفوں والا) اور بیچ والا حرف مدہ ہوگا، ان چار قسموں کے نام یہ ہیں۔ کلمی مثقل، کلمی مخفف، حرفی مثقل، حرفی مخفف۔

(۱) کلمہ میں حرف مد کے بعد سکون لازم تشدید کے ساتھ ہو تو اس کو کلمی مثقل [8] کہتے ہیں، جیسے **کَآفَّةً** وغیرہ۔

(۲) کلمہ میں حرف مد کے بعد سکون لازم بلا تشدید ہو تو اس کو کلمی مخفف کہتے ہیں جیسے **آلْـٰٔنَ**

(۳) حروف مقطعات کے ایسے حرف کے بعد سکون تشدید کے ساتھ ہو جو ثلاثی الحروف اور بیچ والا حرف مدہ ہو تو اس کو حرفی [9] مثقل کہتے ہیں جیسے **الٓمٓ** کا **لام**۔

(۴) حروف مذکورہ کے بعد سکون بلا تشدید ہو تو اس کو حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے **صٓ** وغیرہ اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حرف لین کے بعد سکون لازم ہو تو اس کو مد لین لازم [10] کہتے ہیں جیسے عین، سورہ مریم، اور سورۃ شوریٰ میں، دوسرے یہ کہ حرف لین کے بعد سکون عارض ہو تو اس کو مد لین عارض کہتے ہیں جیسے

خوف، شیئ (وغیرھما حالت وقف میں) مدعارض کی طرح مدلین عارض میں بھی تینوں وجوہ جائز ہیں فرق اتنا ہے کہ مدعارض میں طول اولیٰ ہے اس کے بعد توسط پھر قصر، اور لین عارض میں قصر اولیٰ [۱۱] ہے اس کے بعد توسط کا مرتبہ ہے پھر طول کا ہے۔

احکام مد: یہ تین قسم پر ہے۔ واجب، جائز، لازم۔ مدمتصل میں مد واجب ہے، مدمنفصل و مدعارض میں مد جائز ہے یعنی اس میں قصر [۱۲] بھی جائز ہے اور مدلازم میں مدلازم ہے اور لین لازم و مدلین عارض میں بھی مد جائز ہے۔

☆حواشی☆

۱۔ چونکہ فرع کہتے ہیں اصل پر زائد کو اور اس مد میں بھی حروف مدہ کو اصلی مقدار پر زائد مقدار کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اس لئے اس کو مدفرعی کہتے ہیں ۱۲ر

۲۔ مگر حروف مدہ محل مد میں قوی ہیں اور حرف لین ضعیف، قوی اور ضعیف کی وجہ ایضاح القرأت ص۶۲ر حاشیہ نمبر۳ر پر دیکھو ۱۲ر

۳۔ ہمزہ مد کا سبب اس لئے ہے کہ ہمزہ قوی اور ثقیل حرف ہے اور حرف مد ضعیف و خفی ہوتا ہے جس کی بنا پر ہمزہ کے صحیح اور محقق طور پر ادا نہ ہونے کا یا حروف مد کے ہی غائب ہو جانے کا اندیشہ تھا لہٰذا حروف مد میں درازی کر دی تا کہ حرف مد غائب نہ ہو اور ہمزہ کی بھی ادائیگی پر صحیح معنیٰ میں قدرت حاصل ہو جائے اور سکون مد کا سبب اس لئے ہے کہ اس صورت میں پے درپے دو ساکن حرف جمع ہو جاتے ہیں جن کا ادا کرنا ثقالت و دشواری سے خالی نہیں پس ثقالت کی غرض سے درازی کر دی گئی ۱۲ر

۴۔ کیونکہ حرف لین کے بعد سکون ہی کے آنے سے ثقل ہوتا ہے ہمزہ کے آنے سے نہیں لہٰذا اعتبار بھی سکون ہی کا کیا گیا۔ ۱۲ر

۵۔ اسے مدلازم اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں سبب مد یعنی سکون لازم ہوتا ہے، نیز اس کو لازم کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام قرأتوں میں ایک متفق مقدار یعنی (طول) میں مد کرنا ضروری ہے اور مد لازم میں مد کرنے کی توجیہ ایضاح القرأت ص۶۳ر پر دیکھو ۱۲ر

۶۔ مگر مد اصلی سمیت تین اور ساڑھے تین الف ہے اور چار الف مد اصلی سمیت ہی ہے جیسا کہ کتب فن میں مذکور ہے ۱۲ر

کیونکہ محل مد قوی ہے (لمعات) ۱۲ار

۷ کلمہ میں پائے جانے کیوجہ سے کلمی اور مثقل اسلئے کہ حرف مد کے بعد تشدید ہے اور مشدد حرف ثقیل

۸ ہوتا ہے اور مخفف اس لئے کہ حرف کے مد کے بعد ساکن ہے جو کہ مدغم سے خفیف ہوتا ہے ۱۲ار

۹ حروف مقطعات میں پائے جانے کی وجہ سے حرفی کہا جاتا ہے اور مثقل ومخفف کی وجہ تسمیہ حاشیہ نمبر ۸ر میں مذکور ہو چکی ہے۔ ۱۲ار

۱۰ مدلین لازم میں لین عارض کی طرح تینوں وجوہ ہیں مگر طول اولیٰ ہے چونکہ سبب مد سکون لازم ہے جو کہ قوی ہے ۱۲ار

۱۱ مدلین عارض میں قصر اولیٰ اس لئے ہے کہ محل مد اور سبب مد دونوں ضعیف ہیں۔

۱۲ مگر مد منفصل میں قصر بطریق شاطبی جائز نہیں بلکہ بطریق جذری ہے۔

فائدہ: جب مد متصل پر وقف کیا جائے گا تو سکون عارض کی وجہ سے مد عارض بھی پیدا ہوگا، مگر اس میں صرف توسط اور طول جائز ہے جیسے السُّفہآء وغیرہ، حالت وقف میں مد عارض کا خیال کر کے قصر اس وجہ سے جائز نہیں کہ سبب اصلی کا الغا (لغو کرنا) اور سبب عارض کا ابقاء (باقی رہنا) لازم آئے گا۔

تنبیہ: مدود میں مساوات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کہیں کم اور کہیں زیادہ نہ ہو، یعنی ایک قسم کے اگر کئی مد جمع ہوں تو پہلے مد میں جس وجہ کو اختیار کیا ہے اسی کو بقیہ مدود میں باقی رکھنا چاہئے اور اگر ایک قسم کے مد نہ ہوں تو مد ضعیف کو مد قوی پر ترجیح نہ دینا چاہئے دوسرے یہ کہ حرف مد کے بعد سکون دوسرے کلمہ میں آئے گا تو حرف مد نہ پڑھا جائے گا، جیسے **فی الارض، قالوا الحمد قالا الحمد۔**

﴿تیسرا بیان﴾

☆اظہار، ادغام، اور اخفاء وغیرہ کی تعریف اور احکام میں☆

پہلے یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ قرآن کریم پڑھنے میں حرفوں کے **قرب** (نزدیکی) اور **بُعد** (دوری) کے لحاظ سے تین احکام ثابت ہیں۔

(۱) اگر دو حرف ایک جگہ ایسے جمع ہوں جن کا مخرج دور دور ہو تو پہلے حرف کا اظہار[۱] ہوتا ہے۔

(۲) اگر دونوں کا مخرج ایک ہو یا قریب قریب ہو تو پہلے حرف کا ادغام ہوتا ہے۔

(۳) اگر دونوں حرفوں کے مخرج میں کچھ قرب اور کچھ بُعد ہو تو پہلے حرف کا اخفاء ہوتا ہے۔

اظہار۔حرف کی اصلی حالت کو بلا کسی تغیر کے ادا کرنے کو اظہار[۲] کہتے ہیں (یعنی حرف کو اس کے مخرج اور صفات لازمہ کے ساتھ ادا کرنا اور بس) اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں کبھی غنہ نہیں کیا جاتا (حرف غنہ)

ادغام:۔پہلے حرف ساکن کو دوسرے حرف متحرک سے بدل کر مشدد پڑھنے کو ادغام[۳] کہتے ہیں جیسے **قَالَتْ طَّائِفَةٌ** کہ بعد ادغام **قَالَطَّآئِفَةٌ** پڑھا جائے گا، اس میں کبھی غنہ[۴] ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

تنبیہ۔ادغام کی تعریف سے تم اتنا سمجھ گئے ہوگے کہ ادغام دو حرفوں میں ہوتا ہے، جن میں کا پہلا حرف ساکن ہوتا ہے اور دوسرا متحرک۔ پہلے حرف کو مدغم کہتے ہیں اور دوسرے حرف کو مدغم فیہ۔

مدغم اور مدغم فیہ کے حروف اگر ایک ہی قسم کے ہوں تو اس ادغام کو ادغام مثلین کہتے ہیں۔جیسے **اِذْ ذَّهَبَ** وغیرہ، اور اگر ان دونوں حرفوں کا مخرج ایک ہو تو اس کو ادغام متجانسین کہتے ہیں۔جیسے **يَلْهَثْ ذٰلِكَ** وغیرہ۔

اور اگر دونوں حرفوں کے مخرج قریب قریب ہوں تو اس کو ادغام متقاربین [5] کہتے ہیں جیسے **اَلَمْ نَخلقكم** کہ **ق** اور **ک** کا مخرج قریب قریب ہے۔

پھر ادغام کی دو قسمیں تام اور ناقص [6] کیونکہ اگر مدغم بالکل مدغم فیہ کی جنس سے ہو جائے تو ادغام تام کہلاتا ہے جیسے **قُل رَّبّ** کہ **لام راء** سے بدل جاتا ہے اور اگر مدغم بالکل مدغم فیہ کی طرح نہ ہو جائے بلکہ اس کی کوئی صفت باقی رہے تو اس کو ادغام ناقص کہتے ہیں جیسے **بَسَطْتَّ** اور **اَحَطْتُّ** کہ **طا۔ تا** سے نہیں بدلتا۔

فائدہ:۔ قرآن کریم میں جہاں ادغام ہوتا ہے ادغام تام [7] ہوتا ہے البتہ جب کہ نون ساکن اور تنوین کا ادغام واؤ اور یا میں ہو تو ادغام ناقص ہوگا کیونکہ صفت غنہ باقی رہے گی، اسی طرح جب طا کا ادغام تا میں ہوگا تو صفت اطباق باقی رہنے کی وجہ سے ناقص ہوگا اور **اَلَمْ نَخلقكم** میں تام اور ناقص دونوں جائز [8] ہیں مگر تام اولیٰ (بہتر) ہے ۱۲ ر

اخفاء:۔ اظہار اور ادغام کی درمیانی حالت کو اخفاء [9] کہتے ہیں یعنی نون ساکن کو چھپا کر اور میم ساکن کو ضعیف کر کے پڑھنا جیسے **مِنْ قَبل** اور **اَمْ بِهٖ** وغیرھما۔ اخفاء کا حکم یہ ہے کہ اس کے لئے غنہ لازم ہے یعنی جب اخفاء ہوگا تو غنہ کے ساتھ ہوگا اور غنہ کا مخرج خیشوم (ناک کا بانسہ) ہے جس کی مقدار ایک الف کے برابر ہے لیکن اس غنہ کو صفت لازمہ یا صفت عارضہ نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ حرف فرعی کہلاتا ہے۔

اقلاب:۔ (قلب) نون ساکن اور تنوین کو میم ساکن سے بدل کر پڑھنے کو اقلاب اور قلب [10] کہتے ہیں جیسے **مِنْ م بعد** اور **اليمٌ بما** وغیرھما۔

اقلاب میں حقیقتاً اخفاء ہوتا ہے اس لئے اقلاب کے لئے بھی غنہ لازم ہے۔

☆ حواشی ☆

[1] یہ اظہار کی علت اور اس کا سبب ہے یعنی بشرطِ روایت اظہار **بُعدِ مخرج** (یعنی مخرج کی دوری) کی وجہ سے ہوتا ہے اور نمبر ۲۔۳ میں ادغام اور اخفاء کا سبب بیان کیا ہے یعنی بشرط روایت

ادغام اتحاد وقربِ مخرج کی وجہ سے اور اخفاء کچھ قرب اور کچھ بُعدِ مخرج کی وجہ سے ہوتا ہے، اور رہا یہ کہ بُعدِ مخرج کی وجہ سے اظہار ہی کیوں اور اتحاد وقرب مخرج کی وجہ سے ادغام اور بینیت کی وجہ سے اخفاء کیوں؟ تو جواب یہ ہے کہ چونکہ حروف مظہرہ میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے مل کر بُعدِ مخرج کی وجہ سے کوئی ثقالت نہیں ہوتی اس لئے بوجہ اصل اظہار ہوتا ہے بخلاف حروف مدغم کے کہ بوجہ قرب اور اتحاد مخرج کے ایک حرف کو دوسرے حرف سے مل کر زیادہ ثقل ہوتا ہے اس لئے ادغام کیا جاتا ہے، اور حرف مخفی میں بوجہ کچھ قرب اور کچھ بعد ایک حرف کو دوسرے حرف سے مل کر ثقل میں کچھ کمی ہوتی ہے اس لئے بجائے اظہار اور ادغام کے بین الاظہار والادغام اخفاء کیا جاتا ہے۔ پس عزیز بچو! خوب سمجھو اور غور کرو۔

۲ **لغۃ** بمعنیٰ واضح اور ظاہر کرنا، اور یہ تجوید میں اصل ہے، اصل ہونے کی وجہ سے اس کے بیان کی حاجت نہیں تھی مگر بیان اس لئے کیا تا کہ اخفاء، ادغام وغیرہ سمجھ میں آجائیں ۱۲ر

۳ ادغام کے لغوی معنٰی **ادخال الشئ فی الشئ** ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا ۱۲ر

۴ **من وال** جیسے کلمات میں غنہ ہوگا **من ربهم، قد تبيّن** جیسے کلمات میں غنہ نہیں ہوگا ۱۲ر

۵ یہ تینوں قسمیں باعتبار محل ومخرج کے ہیں ۱۲ر

۶ یہ دونوں قسمیں باعتبار کیفیت کے ہیں ۱۲ر

۷ کیونکہ یہی اصل ہے اس لئے کہ کامل رفع ثقل ادغام تام ہی میں ہوتا ہے (تنویر)

۸ ناقص تو اسلئے کہ **قاف۔ کاف** سے قوی ہے اور قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوتا اگر بوجہ ثقل ہو بھی تو ناقص، اور تام اس لئے ہے کہ **قاف۔ کاف** سے اتنا قوی بھی نہیں ہے کہ جتنا **طا۔ تا** سے قوی ہے اسی لئے **طا** کا **تا** میں صرف ناقص ہی ہے بخلاف **قاف** کے کہ وہ **کاف** سے اتنا قوی نہیں ہے لہٰذا تام بھی جائز ہوا اور بوجہ کامل رفع ثقل کے یہی اولیٰ ہے جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مگر تام اولیٰ ہے۔

۹ اور اخفاء کے لغوی معنٰی **السّتر** یعنی چھپانا ۱۲ر

۱۰ اور اقلاب کے لغوی معنٰی بدلنے کے ہیں ۱۲ر

☆نون ساکن اور تنوین کے احکام☆

نون ساکن اور تنوین کے چار احکام ہیں: **اظہار، ادغام، اقلاب، اخفاء**

(۱) جب نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف حلقیہ میں سے کوئی حرف آتا ہے تو اظہار ہوتا ہے جیسے **مِنْهُمْ** اور **عذابٌ الیم**۔

(۲) جب نون ساکن اور تنوین کے بعد **یَرمَلون** میں کا کوئی حرف آتا ہے تو ادغام ہوتا ہے۔ جیسے **مِن وَّال** اور **مِن لُّغوبٌ** مگر جب کہ ایک ہی کلمہ میں نون ساکن کے بعد **یرملون** میں سے کوئی حرف آئے گا تو ادغام [۱] نہ ہوگا جیسے **دنیا، قنوان، بنیان، صنوان** پورے قرآن میں ایسے کلمات صرف یہی چار ہیں۔

فائدہ: اس ادغام کی دو قسمیں ہیں ایک ادغام مع الغنہ، دوسرے ادغام بلا غنہ۔

ادغام مع الغنہ:۔ غنہ کے ساتھ ادغام اس وقت ہوگا جبکہ نون ساکن یا تنوین کے بعد **یَنمُو** کے حروف میں سے کوئی حرف آئے گا جیسے **مَنْ یُّرِیدُ** اور **عذابٌ یخزیه**۔

ادغام بلا غنہ:۔ بغیر غنہ [۲] کے ادغام اس وقت ہوگا جبکہ نون ساکن یا تنوین کے بعد **لام** یا **راء** آئے جیسے **من ربکم** اور **غفورٌ رَّحیمٌ**۔

(۳) جب نون ساکن اور تنوین کے بعد حرف **با** آئے تو اقلاب [۳] ہوتا ہے جیسے **مِن م بَعد** اور **عذابٌ بعید**۔

(۴) جب نون ساکن اور تنیوں کے بعد حروف حلقی اور **یَرمَلُون** اور **با** کے علاوہ کوئی حرف [۴] آئے گا تو اخفاء ہوگا جیسے **مِن قبلُ** اور **عذابٌ، شدیدٌ**۔

ضروری تنبیہ:۔ اگر نون ساکن یا تنیوں کا وصل ساکن حرف سے ہوگا تو ادغام [۵] نہ ہوگا بلکہ نون ساکن کو حرکت [۶] کسرہ کی دی جائے گی جیسے **ان ارتَبتُم** اور **مُریبنِ الذی** وغیرہ، اس تنوین مکسور کو نون تنوین اور نونِ قطنی کہتے ہیں، قرآن کریم میں ایسے مقامات پر بجائے تنوین کے چھوٹا سا نون مکسور لکھ دیتے ہیں اگر یہ نہ بھی لکھا ہو تو

تب بھی اس قاعدہ کے موافق پڑھنا چاہئے، پس اگر کوئی قاری **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدُنِ اللّٰهُ الصَّمَدُ** حالت وصل میں نون قطنی کے ساتھ پڑھتا ہے تو تعجب نہ کرنا چاہئے۔

☆ حواشی ☆

۱ بلکہ اظہار ہوگا اور اس اظہار کو اظہار مطلق کہتے ہیں اظہار مطلق اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ اظہار مقید نہیں ہے جیسا کہ نون ساکنہ اور تنوین کا اظہار حلقی حروف حلقیہ کیساتھ مقید ہے اور میم ساکنہ کا اظہار شفت کیساتھ مقید ہے اسی لئے اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں پس چونکہ یہ اظہار کسی حالت کیساتھ مقید نہیں بلکہ غیر مقید ہے اس لئے اس کو اظہار مطلق کہا گیا ہے (غایہ) ۱۲ر

سوال: آخران کلمات میں ادغام کیوں نہیں کیا گیا ؟

جواب: تا کہ ادغام سے مضاعف کے ساتھ التباس نہ ہو جیسے **صنوان سے صوّان**، اور مضاعف اس لفظ کو کہتے ہیں کہ اس کے اصولی حرفوں میں سے کوئی سا حرف مکرر ہو (الحواشی المفہمہ ص ۴۸) اس پر اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ مضاعف اور غیر مضاعف میں فرق کے لئے ان چار حرفوں میں ادغام مع الغنہ بھی تو کیا جا سکتا تھا تا کہ غنہ کی وجہ سے مضاعف اور غیر مضاعف میں فرق ہو جائے؟

جواب: اس فرق کو معتبر نہیں سمجھا گیا کیونکہ یہ غیر واضح ہے لہٰذا ظاہری التباس کے خوف کی وجہ سے ادغام ممنوع ہوا ۱۲ر

۲ بلا غنہ اس لئے کہ تخفیف میں مبالغہ و کمال ہو کیونکہ غنہ کی بقا میں ایک قسم کا ثقل رہتا ہے ۱۲ر

۳ اقلاب کی توجیہ ایضاح القرأت صفحہ ۱۷ پر دیکھو ۱۲ر

۴ اور یہ پندرہ ہیں۔ **تا، ثا، جیم، دال، ذال، زاء، سین، شین، صاد، ضاد، طاء، ظاء، فا، قاف، کاف**۔ مذکورہ حروف نہ تو نون کے مخرج سے ایسے قریب ہیں جیسا کہ حروفِ ادغام قریب تھے کہ ادغام ہو اور نہ ایسے بعید ہیں جیسا کہ حروفِ اظہار ہیں کہ اظہار ہو، لہٰذا قرب جو ادغام کا سبب تھا، اور بُعد جو کہ اظہار کا باعث تھا دو معدوم ہیں اس لئے نون ساکن اور تنوین کو ایک ایسا حکم دیا گیا جو اظہار اور ادغام دونوں کے بین بین ہو، اور یہ اخفاء ہے۔

سوال: اظہار، ادغام، اقلاب، اخفاء کو اس ترتیب سے بیان کرنے میں کیا حکمت ہے کہ پہلے اظہار پھر ادغام پھر اقلاب اور سب سے آخر میں اخفاء کو ؟

جواب: اظہار کو اولاً اس لئے بیان کیا گیا کیونکہ اظہار اصل ہے اور اظہار کے فوراً بعد ادغام کو اس لئے کہ یہ

اظہار کی ضد ہے اور ضدین کے سمجھنے کے بعد ان کے اصل مفہوم میں وضاحت ہوتی ہے اس کے بعد اقلاب کو چونکہ ایک حرف ہے جو کہ ضبط کرنے میں آسان ہے اور آخر میں اخفاء کو اس لئے بیان کر تے ہیں تا کہ حروفِ اخفاء کے شمار میں آسانی رہے۔

نوٹ: نون ساکن اور تنوین کے ان چاروں احکام سے متعلق مزید توضیح ایضاح القرأت میں دیکھو ۱۲ر

۵ کیونکہ ادغام کے لئے جس طرح حرف مدغم کا ساکن ہونا ضروری ہے اسی طرح مدغم فیہ کا متحرک ہونا بھی ضروری ورنہ ادغام نہیں ہوسکتا جیسے **مُرِيبُ ن الذی** میں مدغم اور مدغم فیہ پایا گیا ہے ایسے ہی **لُمَزَةِنِ الذی** میں لیکن بوجہ مدغم فیہ ساکن ہونے کے ادغام نہیں ہوا بلکہ نون ساکن کو اجتماع ساکنین کے سبب کسرہ کی حرکت دی جائے گی، جیسا کہ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۱۲ر

٦ صرف **مِن جاره** کے نون ساکن کو ہر جگہ فتحہ کی حرکت دی جائیگی جیسے **مِن اللّٰه ونحوه** ۱۲ر منہ

اور من جارہ کے نون ساکن کو فتحہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ حروف میں قلیل ہے اور استعمال میں کثیر جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے خفیف سی حرکت دی جائے اور وہ فتحہ ہے ۱۲ر احقر نوری عفی عنہ

میم ساکن کے احکام

ادغام، اخفاء، اظہار۔

میم ساکن کے تین احکام ہیں۔ ادغام، اخفاء، اظہار۔

(۱) جب میم ساکن کے بعد میم آئے تو ادغام ہوگا جیسے **اَمْ مَّنْ** وغیرہ۔

(۲) جب میم ساکن کے بعد با آئے تو اخفاء [۱] ہوگا جیسے **وَامدَدْنٰكم بِاَموَال** وغیرہ۔ اس اخفاء کو اخفاء شفوی [۲] کہتے ہیں لیکن اس میں اظہار [۳] بھی جائز ہے۔

(۳) جب میم ساکن کے بعد میم اور با کے علاوہ کوئی حرف آئے گا تو اظہار ہوگا جیسے **اِن اَحسَنتُم اَحسَنتُم لِاَنفُسِكُم وَاِنْ اَسَأتُم فَلَهَا**، اس اظہار کو اظہار شفوی [۴] کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ جب لام تعریف کے بعد حروف قمریہ (**ابغ حَجَّكَ وَ خَفْ عقيمه**) میں سے کوئی حرف آئے گا تو لام کا اظہار ہوگا جیسے **وَالْقَمر** وغیرہ اور اگر ان حرفوں کے علاوہ کوئی حرف آئے گا تو لام کا ادغام ہوگا، یعنی اس کو نہ پڑھا جائے گا جیسے **وَالشَّمسُ** وغیرہ ان بقیہ حرفوں کو حروف شمسیہ [۵] کہتے ہیں۔

☆حواشی☆

[۱] میم ساکن میں باء سے قبل اخفاء کرنے کی وجہ یہ ہیکہ حروف میں اصل اظہار ہے مگر جب اظہار میں دشواری اور گرانی ہوتو پھر اسے کسی ایسی عارضی حالت کی طرف پھیرا جاتا ہے جو سہل ہو، پس میم میں ادغام کی بہ نسبت اخفاء زیادہ سہل اور آسان ہے کیونکہ ادغام کی وجہ سے با مشدد ہو جائیگی اور با مشدد سے میم مخفی ادا کرنا آسان ہے لہذا اخفاء اختیار کیا گیا ۱۲ر

[۲] اخفاء شفوی کہنے کی وجہ تسمیہ ایضاح القرأت صفحہ ۶۸ر پر دیکھو ۱۲ر

[۳] مگر بطریق شاطبی صرف اخفاء ہوگا اور بطریق جزری اخفاء اور اظہار دونوں جائز ہیں ۱۲ر

[۴] شفوی کہنے کی وجہ ایضاح القرأت بر ضیاء القرأت میں دیکھو ۱۲ر

[۵] قمریہ اور شمسیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حروف قمریہ بمنزلہ قمر کے اور حروف شمسیہ بمنزلہ شمس کے ہیں اور لام

تعریف بمنزلہ ستاروں کے ہے پس جس طرح قمر کی موجودگی میں ستارے ظاہر اور باقی رہتے ہیں ایسے ہی لام تعریف حروف قمریہ کی موجودگی میں ظاہر اور باقی رہتا ہے چھپتا نہیں، بخلاف حروف شمسیہ کے جس طرح طلوعِ شمس کے وقت ستارے چھپ جاتے ہیں ایسے ہی لام تعریف جو مثل ستاروں کے ہے حروف شمسیہ کی موجودگی میں چھپ جاتا ہے، اس لئے اِن حروف کو حروف شمسیہ اور ان کو قمریہ کہتے ہیں، اور ادغام کی وجہ یہ ہے کہ لام تعریف ان حرفوں سے قبل بکثرت استعمال ہوتا ہے، اور کثرت استعمال حصولِ تخفیف کو چاہتا ہے لہٰذا تخفیف کی غرض سے لام تعریف کا ان حروف میں ادغام کیا گیا ہے (دیکھو کتب فن لمعات وغیرہ)

☆ وقف اور سکتہ کے احکام ☆

وقف:۔ کسی کلمہ کے آخر پر سانس توڑ کر ٹھہرنے کو وقف [1] کہتے ہیں اس کے چار طریقے ہیں۔

(۱) وقف کرتے وقت کلمہ متحرکہ کو ساکن کر دیا جائے اس کو وقف بالاسکان کہتے ہیں۔

(۲) وقف کرتے وقت تنوین مفتوح کو الف سے اور گول تا (ة) کو ہائے ساکنہ سے بدل دیا جائے [2] جیسے عَلِیماً سے عَلیما اور نِعمةٌ سے نِعمهْ اس کو وقف بالابدال کہتے ہیں۔

(۳) وقف کرتے وقت حرف موقوف کی تہائی حرکت ادا کی جائے گی جیسے هُدًی اور دِفْءٌ، اس میں نہ تو پوری حرکت معلوم ہو اور نہ تنوین ظاہر ہو اس کو وقف بالروم [3] کہتے ہیں۔

(۴) وقف کرتے وقت حرف موقوف کو ساکن ادا کرنے کے بعد ہونٹوں سے اسکی حرکت کی طرف اشارہ کیا جائے تو اس کو وقف بالاشمام [4] کہتے ہیں (ایک طریقہ وقف کا یہ بھی ہے کہ موقوف علیہ ساکن ہو تو صرف سانس اور آواز توڑ دی جائے) جیسے فَحَدِّث اس کو وقف بالسکون کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ وقف بالاسکان ہر حرکت [5] میں ہوتا ہے اور وقف بالابدال صرف تنوین مفتوح اور گول تا (ة) میں ہوتا ہے اور وقف بالروم مضموم ومکسور میں ہوتا [6] ہے اور وقف بالاشمام صرف مضموم [7] میں اور وقف بالسکون موقوف علیہ ساکن میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد وقف کے متعلق چند باتیں لکھی جاتی ہیں ان کو خوب ذہن نشیں کر لینا چاہیے۔

(۱) حتی الامکان علامتِ آیت پر وقف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کے بعد جہاں علامت وقف ہو وہاں وقف کریں۔

علامات وقف پانچ ہیں۔

(۱) میم (م) یہ علامت وقف لازم کی ہے (۲) طا (ط) یہ علامت وقف مطلق کی ہے (۳) جیم (ج) یہ علامت وقف لازم کی ہے (۴) زا (ز) یہ علامت وقف مجوز کی ہے (۵) صاد (ص) یہ علامت وقف مرخص [۸] کی ہے۔ علامات وقف کی رعایت اسی ترتیب سے ہونی چاہئے جس ترتیب سے لکھی گئی ہے۔

(۲) اگر درمیان آیت میں کسی ایسی جگہ وقف کیا جہاں علامت وقف نہ ہو تو اوپر سے لوٹا کر پڑھنا چاہئے اس طرح لوٹانے کو اعادہ [۹] کہتے ہیں اور اگر موقوف علیہ کے بعد سے پڑھا جائے تو اس کو ابتدا کہتے ہیں۔ (۳) اگر درمیان آیت میں لام الف (لا) لکھا ہو، اور اس جگہ اضطراراً وقف کر لیا گیا ہو تو اعادہ کرنا چاہئے اور اگر آیت لا پر لام الف لکھا ہو تو وہاں وقف کرنے سے اعادہ کی ضرورت نہیں [۱۰] ہے۔

(۴) اگر حرف موقوف سے پہلے سکون ہو تو موقوف کا سکون خوب صاف ادا ہونا چاہئے ورنہ حرف موقوف ظاہر نہ ہوگا یا پہلے والا حرف ساکن متحرک ہو جائے گا جیسے وَالْبَغْیِ اور مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ وغیرہ وغیرہ اگر اس صورت میں وقف بالاسکان نہ ادا ہو تو وقف بالروم کر لیا جائے۔

(۵) اگر حرف موقوف مشدد [۱۱] ہو تو اس کو مثل وصل کے خوب جماؤ کے ساتھ ادا کرنا چاہئے صرف حرکت اور سکون کا فرق ہوگا مگر تشدید میں کوئی نقصان نہ ہونا چاہئے ورنہ مشدد کی بجائے مخفف ہو جائے گا۔

جیسے بعض لوگ وَتَبَّ کو وَتَبْ پڑھ دیتے ہیں، موقوف مشدد کو جماؤ کے ساتھ ادا کرنے کی یہ صورت ہے کہ جس طرح وصل میں دو حرف کی تاخیر ہوتی ہے، وہی تاخیر حالتِ وقف میں کی جائے جیسے مِنْهَا الْاَذَلَّ اور مُسْتَقَرٌّ البتہ نون اور میم مشددہ موقوفہ میں یہ تاخیر غنہ کے ساتھ بقدر ایک الف کے ادا ہو جائے گی جیسے وَمَا فِیْهِنَّ اور وَلَا جَآنٌّ وغیرہما۔

(۶) وقف کی حالت میں ہائے ضمیر کو مثل وصل کے نہ پڑھنا چاہئے جیسے **لَهٗ** کا **واؤ** اور **بِهٖ** کی **یا**، بلکہ وقف میں واؤ اور یا کو حذف کر کے ہائے ضمیر کو ساکن کر دینا چاہئے جیسے **لَهٗ** اور **بِهٖ** اسی طرح دوزبر اور دو پیش کی تنوین پر وقف نہ کرنا چاہئے بلکہ تنوین کو حذف کر کے حرف موقوف ساکن پڑھنا چاہئے [۱۲] جیسے **لَفِی خُسرٍ** اور **عَذَابٌ "شَدِید"**۔

(۷) جو حرف مد بوجہ اجتماع ساکنین بحالت وصل حذف ہو گیا ہو، وہ وقف کی حالت میں پڑھا جائے گا جیسے **یَومَ تَرَ المُؤمِنِینَ** میں **تَرٰی** کے **الف** اور **قَالُوا اللّٰهُم** میں **قَالُوا** کے واؤ اور **فِی الارض** میں **فِیْ** کی یا پر وقف [۱۳] ہوگا۔

سکتہ:۔ کسی کلمہ پر بغیر سانس توڑے ہوئے وقفہ [۱۴] کرنے کو سکتہ کہتے ہیں مثلاً کسی آیت پر آواز اس طرح بند کریں کہ سانس نہ ٹوٹے اور اسی سانس میں اگلی آیت کا وصل کریں تو یہ سکتہ ہوگا۔ قرآن کریم میں چار جگہ سکتہ واجب [۱۵] ہے۔

۱۔ سورۂ یٰسین میں **مِن مَرقَدِنَا** کے **الف** پر۔

۲۔ سورہ کہف میں **عِوَجَا** کے **الف** پر۔

۳۔ سورہ قیامہ میں **قِیلَ من** کے **نون** پر۔

۴۔ سورہ مطففین میں **کَلَّا بَل** کے **لام** پر۔ ان چار سکتہ کے علاوہ جو سکتے مرسوم ہیں وہ مثل وقف کے جائز اور ائمہ وقف سے ثابت [۱۶] ہیں۔

فائدہ: مِن مَّرقَدِنَا پر وقف لازم ہے اور اس پر سکتہ واجب ہے لیکن چونکہ سکتہ کرنا وصل پر موقوف ہے اور وصل یہاں لازم نہیں اس لئے اگر کسی نے وصل نہ کیا تو ترک وجوب لازم نہ آئے گا ہاں اگر بجائے وقف کے کوئی وصل کرنے پر سکتہ نہ کرے، تو اس وقت ترک وجوب لازم آئے گا، حاصل یہ کہ اگر وقف کیا گیا تو لازم پر عمل ہو جائے گا اور اگر وصل کیا گیا تو سکتہ واجبہ پر عمل ہو جائے گا۔

☆حواشی☆

۱ اور لغت میں ٹھہرنے اور رُکنے کو کہتے ہیں ۱۲ر

۲ کیونکہ وقف میں اتباع رسم ضروری ہے اور تنوین مفتوح بالالف مرسوم ہوتی ہے، اسلئے بالالف وقف ہوگا اور گول تا (ۃ) چونکہ ہاء کی صورت میں مرسوم ہوتی ہے، اسلئے اس کو وقف میں ہاء سے بدل کر پڑھا جاتا ہے

۳ روم کی وجہ تسمیہ جامع الوقف کی تشریح معین الوقف ص۱۴ پر دیکھو ۱۲ر

۴ اس لئے کہ اشمام شَمٌّ سے ہے جس کے معنی بوسونگھانا ہیں پس قاری اس وقف میں حرف موقوف علیہ کی حرکت کی طرف لبوں سے اشارہ کر کے گویا اس کی حرکت کی بو دیتا ہے اسلئے اس کو وقف بالاشمام کہتے ہیں اسی طرح کا مفہوم الحواشی المفہمہ میں ہے ۱۲ر

۵ اور یہی اصل ہے یعنی وقف بالاسکان کیونکہ اس میں بنسبت روم واشمام کے استراحت کا حصول زیادہ ہے چونکہ اسکان سلبِ حرکت کا نام ہے اس لئے کہ اس میں نہ تو حرکت کا کوئی حصّہ زبان سے ادا ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف ہونٹوں سے اشارہ ہی کیا جاتا ہے اسی لئے اسکان اصل ہے۔ دیکھو الحواشی المفہمہ اور نہایہ صفحہ ۲۸۲ر وغیرہ ۱۲ر

۶ فتحہ میں نہیں، کیونکہ فتحہ خفیف ہوتا ہے اور ادا میں سریع جب اس کو ادا کیا جاتا ہے تو کامل ہی ادا ہوتا ہے (الحواشی المفہمہ ص۷۰) ۱۲ر

۷ فتحہ اور کسرہ میں نہیں کیونکہ اشمام میں انضمام شفتین ہے جبکہ فتح انفتاحِ فم سے ادا ہوتا ہے اور انفتاحِ فم اور انضمام شفتین باہم اضداد ہیں جو ایک وقت میں ادا نہیں ہوسکتی ہیں اسی طرح کسرہ انخفاضِ فم سے ادا ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی انضمام شفتین کے مخالف ہے (معین الوقف بر جامع الوقف ص۱۴ر حاشیہ ۹) ۱۲ر

۸ زاء اور صاد یہ دونوں علامات وقف ضعیف کی ہیں لہٰذا ضرورۃً وقف کی اجازت ہے اور بعد وقف اعادہ کی بھی حاجت نہیں (دیکھو جامع الوقف اور اس کی شرح معین الوقف) ۱۲ر

نوٹ: یہ پانچوں علامات حضرت علامہ سجاوندی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہیں۔

۹ یعنی موقوف علیہ یا اس کے ماقبل سے لوٹا کر پڑھنے کو اصطلاح قراء میں اعادہ کہتے ہیں اور لغوی معنی لوٹانا ہیں ۱۲ر

۱۰ تاکہ سنت کی مخالفت لازم نہ آئے کیونکہ آپ ﷺ سے آیتِ لا پر بعدِ وقف ابتداء ہی ثابت و منقول ہے نہ کہ اعادہ بھی، لہٰذا اعادہ کی حاجت نہیں، دیکھو ضیاء القرآت اور اس کی شرح ایضاح القرآت صفحہ ۲۵/

۱۱ جس کو وقف بالتشدید کہتے ہیں ۱۲/

۱۲ وقف کی ان سب صورتوں کو وقف بالاسکان کہیں گے ۱۲/

۱۳ ان سب صورتوں کو وقف بالاثبات کہیں گے، کمافی الجامع الوقف ۱۲/

۱۴ قلیل لمحہ کے لئے، اور سکتہ کا لغوی معنی خاموش ہونا ہے ۱۲/

۱۵ یعنی حضرت امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بطریق شاطبی چار جگہ سکتہ واجب ہے اور واجب سے مراد وجوب عرفی ہے شرعی نہیں یعنی روایۃً سکتہ واجب ہے لہٰذا جس نے ان کلمات اربعہ پر سکتہ نہ کیا تو اس نے روایت حفص کو ناقص پڑھا۔ اور رہا یہ کہ ان سکتات واجبہ کی غرض کیا ہے اس کو جاننے کے لئے ایضاح القرآت صفحہ ۲۸/حاشیہ نمبر۲/ دیکھو ۱۲/

۱۶ سکتات جائزہ کے مواضع ضیاء القرآت میں بیان کئے گئے ہیں اور ان سکتات کی وضاحت بھی ایضاح القرآت میں بیان کردی گئی ہے اگر ضرورت سمجھو تو صفحہ ۲۸۔۲۹ دیکھو ۱۲/

رسم کے احکام

جاننا چاہئے کہ جس طرح اردو زبان میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو لکھے ہوئے کے خلاف پڑھے جاتے ہیں جیسے خواب، خواجہ وغیرہ کہ یہ الفاظ واؤ کیساتھ لکھے جاتے ہیں مگر بغیر واؤ کے خاب، خاجہ پڑھے جاتے ہیں، اسی طرح قرآن کریم میں بھی بعض کلمات ایسے ہیں جنکی قرأت خلاف کتابت ہوئی ہے مثلاً موسیٰ، عیسیٰ، الصلوٰۃ، الزکوٰۃ وغیرہ کہ ان کو موسا، عیسا، الصلات اور الزکات پڑھا جاتا ہے اسلئے رسم قرآنی کے بھی جاننے کی سخت ضرورت کیونکہ قرآن پاک میں جس کلمہ کی قرأت رسم الخط کے موافق نہ ہوگی تو جو شخص اس فن سے نا واقف ہوگا وہ اس کلمہ کو صحیح نہیں پڑھ سکتا دوسرے یہ کہ قرآن پاک کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا واجب [1] ہے اور اجماع سے ثابت ہے۔ اگر اس کے خلاف لکھا گیا تو یہ تحریف رسمی ہوگی، پس مناسب ہے کہ رسم قرآنی کے احکام کو بھی مختصر طور پر لکھا جائے۔

رسم :۔ ایسے علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ قرآن کریم کی کتابت کا حال معلوم ہو، اسی کو رسم عثمانی بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں، ایک رسم قیاسی [2] دوسری رسم غیر قیاسی۔

(۱) کلمات قرآنیہ قرأت کے موافق مرسوم ہوں تو اس کو رسم قیاسی کہتے ہیں۔

(۲) کلمات قرآنیہ خلافِ قرأت یا خلاف [3] اصلِ مرسوم ہوں تو اس کو رسم غیر قیاسی کہتے ہیں۔

خلاف قرأت کی مثال **مٰلِکِ** اور **الٰـفِهِمْ** وغیرہ اور خلاف اصل کی مثال **وَيَدْعُ الانسان** وغیرہ ہیں اور رسم غیر قیاسی کی دو قسمیں ہیں ایک اصطلاحی [4]، دوسرے احتمالی، ہر ایک کی تعریف اور حکم وغیرہ اُوپر کی کتابیں پڑھنے پر معلوم ہونگی، یہاں صرف اثبات رسم کے متعلق چند قواعد بیان کئے جاتے ہیں، اثبات رسم کا مطلب یہ ہے کہ حرف مرسوم ہو لیکن پڑھا نہ جاتا ہو اسی وجہ سے اس کو زائد بھی کہتے ہیں۔

(۱) **اَنَـا** (ضمیر واحد متکلم منفصل) کا الف ہر جگہ قرآن پاک میں وصل کی حالت میں

نہ پڑھا جائے گا بلکہ اَنَ پڑھیں گے جیسے وَمَا اَنَا مَن المشر کین وغیرہ، البتہ وقف کی حالت میں الف پڑھا جائے [۵] گا لیکن اَنَا سِیًّ اور اَنَا بو اور قد جاءَ نَا میں انا ضمیر متکلم منفصل نہیں ہے۔

(۲) واؤ جمع کے بعد ہر جگہ الف لکھا جائے [۶] گا مگر پڑھا نہ جائے گا جیسے قَتَلُوا وغیرہ مگر کَالُوهُم اور اوَّزنوهُم اور جَآ ؤُ بآ ؤُ فَاِن فَاؤ، وَعَتو عُتوًا، وَالَّذِينَ سَعو، تَبَوَّ ؤُالدَّار میں واؤ جمع کے بعد الف مرسوم [۷] نہیں ہے۔

(۳) صیغہ واحد میں واو اصلیہ کے بعد چند جگہ الف ثابت [۸] ہے جیسے يَدعُوا، لِيَربُوا، لِتَتلُوا وغیرہ مگر سورہ نساء میں عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعفُو میں الف نہیں [۹] ہے۔

(۴) جو ہمزہ مضموم بشکل واؤ الف کے بعد واقع ہے اس ہمزہ کے بعد الف زائد ہے جیسے جزاؤُا، شر کؤا، نَشؤُا وغیرہ اس قسم کے کلمات قرآن کریم میں کئی جگہ آئے ہیں جن میں ہمزہ مضمومہ کے بعد بالاتفاق الف زائد مرسوم [۱۰] ہے۔

(۵) جو ہمزہ مضمومہ حرکت کے بعد بشکل واؤ مرسوم ہے اس واؤ کے بعد الف زائد مرسوم [۱۱] ہے جیسے اِنِ امرُؤٌا، تفتؤُا، نَبَؤُ الَّذِينَ [۱۲] وغیرہ اس قسم کے کلمات بھی قرآن پاک میں کئی جگہ آئے ہیں جن میں الف زائد مرسوم ہے، ان کے علاوہ چند کلمات اور لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ لفظ ثَمُودَا کا چار جگہ الف زائد کے ساتھ مرسوم [۱۳]، ایک هود، دوسرا فرقان، تیسرا عنکبوت، چوتھا نجم میں ہے، ان پر وقف بھی بغیر الف کے ہوگا۔

۲۔ اَلظُّنُونا، ۳۔ الرَّسُولَا، ۴۔ اَلسَّبِيلَا۔ سورہ احزاب میں الف زائد کے ساتھ مرسوم [۱۴] ہے لیکن ان تینوں لفظوں پر وقف الف کے ساتھ ہوگا۔ ۵۔ سَلَاسِلَا ۶۔ قَوَارِيرَا، پہلا سورہ دھر میں الف [۱۵] ثابت ہے، سَلَاسِلَا اور قَوَا رِيرَا پر بھی وقف الف [۱۶] ہی پر ہوگا۔

۷۔ لُؤ لُؤًا جو سورۂ حج میں ہے اس کا بھی الف [۱۷] زائد ہے ۸۔ اَنْ تبوء ا میں۔ ۹۔ لَا اِلَى اللّٰه، اور لَا اِلَى الجحیم، اور لَا اَذبَحَنَّهٗ اور لَا اَنتُم اور لَا اَوضَعُوا میں بعد لام کے الف زائد مرسوم [۱۸] ہے۔

۱۰۔ الرِّبٰوا میں بھی واؤ کے بعد الف زائد مرسوم [۱۹] ہے پڑھا نہیں جاتا اسی وجہ سے اس کو رسم غیر قیاسی کہتے ہیں، اس بیان میں جو قواعد اور کلمات بیان کئے گئے ہیں، رسم غیر قیاسی کی پہلی قسم رسم اصطلاحی ہے، اس کے علاوہ رسم خط کے قواعد مثل تاء تانیث اور کلمہ موصولہ وغیرہ کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔

☆ فوائد متفرقہ ☆

۱۔ قرآن پاک میں جہاں دو ہمزہ جمع ہیں ان کو خوب صاف [۲۰] اور ضغطہ (جھٹکہ) کیساتھ ادا کرنا چاہئے البتہ لفظ ءَ اَعْجَمِیٌّ کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل [۲۱] ہے اور تسہیل کا مطلب یہ ہے کہ ہمزہ کو ہمزہ کے مخرج اور الف کے مخرج کے درمیان سے ادا کریں کہ ہمزہ الف کے مشابہ معلوم ہو۔

۲۔ حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے موافق پورے قرآن میں صرف لفظ مجریها [۲۲] میں امالہ [۲۳] ہے یعنی اس راء کو یائے مجہول کی طرح ادا کیا جاتا ہے مجرےٖ ھا پڑھا جاتا ہے اس میں امالہ ضروری ہے۔

۳۔ سورۂ یوسف میں لفظ لَا تَامَنَّا کے نون کو اگر مشدد پڑھا جائے تو نون میں اشمام [۲۴] ضروری ہے یہ روم اور اشمام صرف اسی لفظ میں ضروری ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِينَ۔

☆حواشی☆

۱ قال العلامةُ الملا علی القاری فی شرحِ الجزریه المسی المنحُ الفکریه المرسومُ المصاحف العثمانیه انه احد ارکانِ القرآنِ وقال الامامُ احمد یحرمُ مخالفة خط مصحف عثمان فی واو اور یا اور الف وغیرہ ذالک ۱۲/منہ

ترجمہ: حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جذری کی شرح المنح الفکریہ میں فرمایا کہ مصاحفِ عثمانیہ کی رسم قرآن کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مصحف امام کے خط کی مخالفت حرام ہے الف، واؤ، یا اور اس کے علاوہ میں۔ احقر نوری ۱۲/

۲ رسم قیاسی کی دو قسمیں ہیں۔ رسم قیاسی مطلق، رسم قیاسی مقید۔

رسم قیاسی مطلق:۔ اس رسم کو کہتے ہیں جس طرح کلمہ (قرآن مجید میں) لکھا ہوا اسی طرح پڑھا جاتا ہو اور اس میں کسی قراء کا اختلاف نہ ہو جیسے مَلِکِ النَّاس۔

رسم قیاسی مقید:۔ اس رسم کو کہتے ہیں جس طرح لکھا ہو ویسا ہی کسی دوسرے قراء کے نزدیک پڑھا جاتا ہو جیسے مٰلکِ یوم الدین حذف کے ساتھ (بقرأت۔ امام نافع، امام ابن کثیر، امام ابوعمر، امام ابن عامر، امام حمزہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اثباتِ الف کے ساتھ (بقرأت) امام عاصم، امام کسائی رضی اللہ عنہما، اس لئے بروایت حفص علیہ الرحمہ الف مقروء ہے، لہٰذا یہ رسم غیر قیاسی حذف کی صورت ہوئی اس لئے رسم قیاسی مقید کو رسم غیر قیاسی کے حکم میں کہا گیا ہے ۱۲/

۳ خلاف اصل یعنی کلمہ کی اصلی حالت کے خلاف یا بقاعدہ اصلیہ کے خلاف جیسا کہ مثال سے ظاہر ہوا ۱۲/

۴ رسم اصطلاحی اس کو کہتے ہیں کہ جیسا لکھا ہو ویسا کسی امام کے نزدیک نہ پڑھا گیا ہو جیسے لَا الیٰ اللّٰہ میں لا کا الف کسی امام کے نزدیک نہیں پڑھا جاتا ہے۔

رسم احتمالی اس کو کہتے ہیں جس کلمہ میں دوسری قرأت کا احتمال ہو جیسے ابـراهـم میں ایک قرأت ابراهم ہے دوسری قرأت میں ابراهم بھی ہے یعنی دونوں قرأت کو شامل ہے (عزیز التجوید) ۱۲/

۵ کیونکہ وقف رسم خط کے تابع ہوتا ہے اسلئے بالالف وقف ہوگا اور وصل میں قراۃً ثابت نہ ہونے کی وجہ سے الف نہیں پڑھا جائے گا اور الف کی زیادتی کی وجہ یہ ہے تا کہ ان مخففہ سے **اَنَا** ضمیر کو امتیاز حاصل ہوجائے

٦ لیکن شرط یہ ہے کہ جمع کے واؤ کے بعد نہ تو ضمیر ہو اور نہ نونِ اعرابی پس اگر واؤ کے بعد ان دو میں سے کوئی ایک چیز ہوتی ہے تو واؤ کے بعد الف نہیں لکھتے مثلاً **کَالُوهُم** اور نونِ اعرابی کی مثال **يَدعُون** اور نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ الف زائد فاصل ہوتا ہے جو کلمہ کی تمامیت بتانے کے لئے لکھا جاتا ہے اور واؤ کے بعد ضمیر اور نونِ اعرابی کی صورت میں واؤ پر کلمہ ختم نہیں ہوتا اس لئے الف نہیں لکھتے ۱۲ر

۷ ان چھ کلمات میں سے پہلے تین میں یعنی **جآءو، باءو** اور **فآءو** میں واؤ کے بعد تماثل فی الرسم کی وجہ سے الف نہیں لکھا جاتا اگرچہ واؤ فاصل ہے مگر کالعدم سمجھا گیا ہے اور **وَعَتَو عُتُوًا** اور **سَعَو** میں اس لئے نہیں کہ مابعد کے ساتھ شدت اتصال ہونے سے کفار کی سرکشی اور دین کی مخالفت کا غلبہ اور اس کی کثرت ظاہر ہوتی ہے اور **تَبَوَّءُ الدَّار** میں الف نہ لکھنے کی وجہ **الدَّار** کے الف کے ساتھ تماثل فی الرسم ہے (کذا فی کتب الرسم)

فائدہ: عتو کے ساتھ **عُتُوًّا** کی قید مقام کی تعین کے لئے ہے، یعنی جو سورۂ فرقان (ع ۳ ر) میں ہے، چونکہ باقی ہر جگہ **عَتَوْا** میں واؤ کے الف مرسوم ہے، اور اسی طرح **سَعَوْ** صرف سورۂ سبا (ع ۱ ر) والا مراد ہے چونکہ سورۂ حج (ع ۷ ر) میں **سَعَوْا** کے آگے الف مرسوم ہے ۱۲ر

۸ اور یہ الف فاصل ہے مگر یہاں بھی واؤ کا متطرفہ ہونا شرط ہے ۱۲ر

۹ مابعد کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ سے الف مرسوم نہیں ہے ۱۲ر

۱۰ چونکہ الف فاصل ہے **قتلوا** وغیرہ کی طرح ۱۲ر

۱۱ اور یہ الف فاصل ہے۔ عزیز بچو یاد رہے کہ قرآن کریم کی رسم میں الف فاصل زیادہ عمومیت کیساتھ آیا ہے اسی لئے حضرت علامہ شاطبی علیہ الرحمہ رائیہ میں جو کہ فن رسم میں ہے الف فاصل کی بحث میں **کیف جریٰ** فرمایا ہے۔

۱۲ سوائے سورۂ براۃ ع ۹ ر کے **نبؤا الذین** کہ اس میں واؤ کے بغیر الف کی صورت میں ہے جو قیاس کے موافق ہے ۱۲ر

۱۳ کلمہ ثمودا میں الف کی زیادتی کی وجہ شمول قرأت ہے (افضل الدرر) اس کا حکم یہ ہے کہ وصل اور وقف دونوں صورتوں میں اس کا الف نہیں پڑھا جائے گا۔

سوال: وقف میں تو اتباع رسم خط ضروری ہے تو پھر بغیر الف وقف کیوں؟
جواب: اس قاعدے کلیہ کا اجراء ہر جگہ نہیں ہے یعنی یہ اصول وہیں جاری ہوگا جہاں پر قراۃٌ ثبوت ہو اور یہاں الف قراۃً ثابت ہی نہیں۔ لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ یہاں جاری نہیں ہوگا جیسا کہ جامع الوقف میں ہے ۱۲ر

۱۴ ان تینوں کلمات میں الف کی زیادتی کی وجہ فواصل کی رعایت ہے یعنی یہ تینوں کلمات رُؤسِ آیات پر واقع ہیں اور وقف بالالف ہوگا مطابعتِ رسم کی وجہ سے تاکہ ساری آیتوں کا وقف ایک جیسا ہو جائے اور ہم وزن معلوم ہوں کیونکہ ماقبل اور مابعد وقف الف پر ہوا ہے ۱۲ر

۱۵ سَلَاسِلَا اور دونوں قَـوَارِ یُـرَا میں الف کی زیادتی کی وجہ یہ ہے کہ یہ رسم تنوین والی قرأت کو شامل ہو جائے یعنی بعض قراء ان کلمات کو بالتنوین پڑھتے ہیں ۱۲ر

۱۶ مطابعتِ رسم کی وجہ سے: اور سَلَاسِلَا میں وقف کی دوسری وجہ روایت حفص علیہ الرحمہ میں حذف الف مع سکون لام سَلَاسِــل بھی ہے اصل کی اتباع کرتے ہوئے، خلاصہ یہ ہوا کہ کلمہ سَلَاسِلا میں وقف کی دو وجہیں ہیں بالالف اتبـاعـاً لـلرسـم اور بلا الف سکون لام سَلَاسِل اتباعاً للاصل اور رہا قوار یرا ثانی تو اس میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جائے گا یعنی نہ وصل میں اور نہ وقف میں اور چونکہ قَـوَار یرَا اول رأسِ آیت پر واقع ہے اس لئے اتباعاً لرسم الف پر وقف کیا گیا تاکہ ساری آیات کا وقف ایک جیسا ہو جائے اور ہم وزن معلوم ہوں ۱۲ر

۱۷ لُـؤ لُـؤاً جو سورۂ حج رکوع ۱۰ میں ہے اس کا بھی الف زائد ہے اور یہ الف کی زیادتی رفع اور جر کی صورت میں ہے اور رہا جب لُـؤ لُـؤاً منصوب منون ہو تو الف تنوین کی صورت ہے اور رفع، جر کی صورت میں الف کی زیادتی کی توجیہ یہ ہوگی کہ یہ الف فاصل ہے اور مابعد سے جدائی کے لئے ہے یا ہمزہ کی صورت کو قوی کرنے کیلئے ہے اسی طرح حضرت امام شاطبی علیہ الرحمہ نے الف کی زیادتی کی توجیہ بیان کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں وَزِیدَ لِلفصل اَو للهمزة صُورتُه،
ترجمہ: کہ الف فصل کے لئے زیادہ کیا گیا ہے یا ہمزہ کی صورت کو قوی کرنے کے لئے ۱۲ر

۱۸ لَا اِلَی اللّٰه، اور لَا اِلَی الجحیم، اور لَا اذبحنَّه، اور لَا اَنتُم، اور لَا اوضعوا میں الف کی زیادتی کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ہمزہ مد کے ذریعہ قوی کیا جاتا ہے اسی طرح ہمزہ کی صورت کو حرف مد کے ذریعہ قوی کیا جاتا ہے تو لہٰذا یہاں الف ہمزہ کو کتابت میں قوی کرنے کے لئے ہے دیکھو کتبِ رسم افضل الدرر وغیرہ۔ مگر یاد رہے کہ لَا اَنتُـم میں الف کی زیادتی ضعیف اور بے

اصل ہے جو اہل فن پر پوشیدہ نہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس لئے بیان فرمادیا کہ ہمارے ہندوستانی قرآنوں میں کاتبوں نے الف کی زیادتی کر دی ہے، اگر بیان نہ فرماتے تو الف کے پڑھے جانے کا خوف تھا اور کلمہ **اَنْ تبوءا** میں الف فاصل ہے۔ **کما قالَ** محقق امام جزری علیہ الرحمہ ۱۲ر

۱۹ **الربوا** میں واؤ مبدل بالالف ہے اور الف فاصل ہے ۱۲ر

۲۰ اس کو تحقیق کہتے ہیں ۱۲ر

۲۱ جو کہ واجب ہے اور تسہیل کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ واحدہ میں تین حروف حلقی جمع ہو رہے ہیں جو کہ باعثِ ثقالت ہیں اس لئے ہمزہ ثانیہ میں تسہیل کر کے اس ثقالت کو رفع کیا گیا ہے ۱۲ر

۲۲ **مجریها** کی اصل **مجرٰ ها** تھی امالہ کی وجہ سے فتحہ کو کسرہ کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل کیا جاتا ہے ۱۲ر منہ

۲۳ اس امالہ سے مراد امالۂ کبریٰ ہے، اور امالہ کبریٰ اور صغریٰ کی تعریف ایضاح القرأت صفحہ ۶۰ر پر ہے ۱۲ر

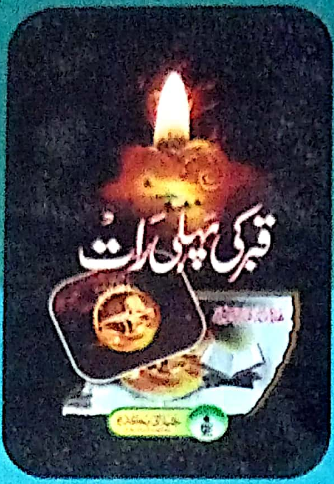
۲۴ **لَا تَا مَنَّا** کے پہلے نون میں اشمام اور روم کی وجہ ایضاح القرأت بر ضیاء القرأت میں بیان کر دی گئی ہے، لہٰذا صفحہ ۷۵ر پر دیکھو ۱۲ر

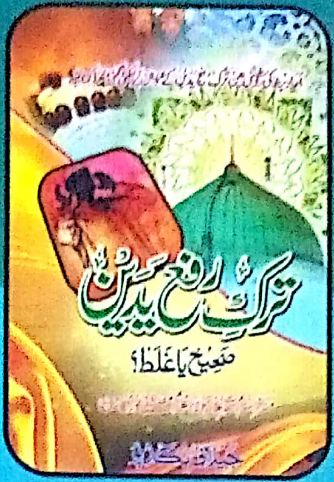
☆☆☆

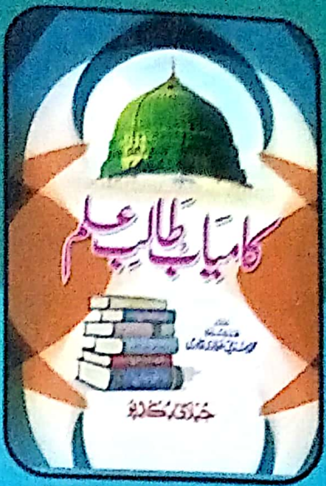
الحمد للہ جل مجدہٗ آج بروز جمعہ ۲۱ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۸ر جنوری ۲۰۱۰ء حاشیہ مصباح التجوید تکمیل کو پہونچا، اللہ جل مجدہٗ اسے متن کی طرح شرف قبولیت عطا فرمائے اور دینی طلبہ کے لئے مفید اور نفع بخش بنائے۔

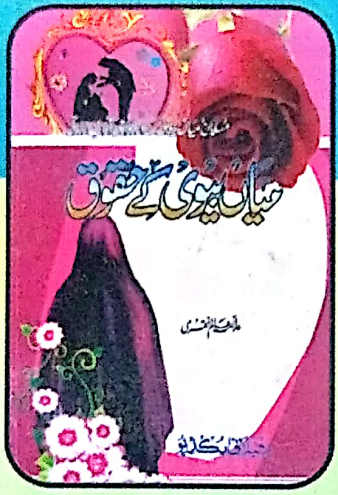
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه محمد وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین

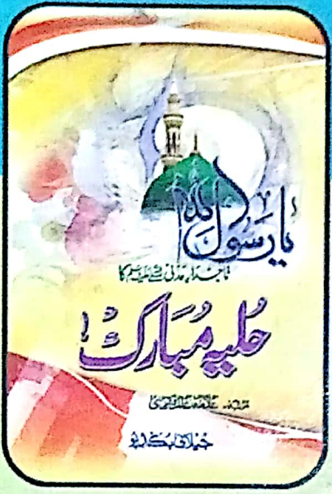
احقر شکیل احمد نوری عفی عنہ
خادم التجوید والقرأت، دار العلوم سلطان الہند ورضا،
بھیلواڑہ (راجستھان) فون نمبر

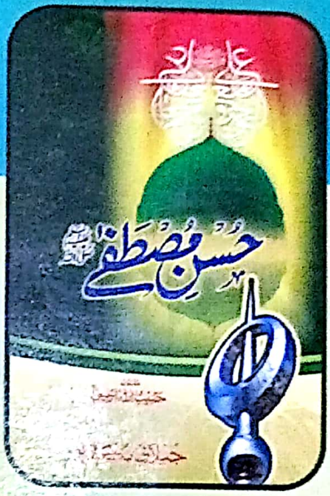


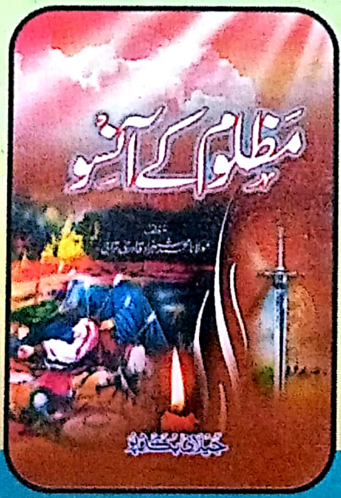




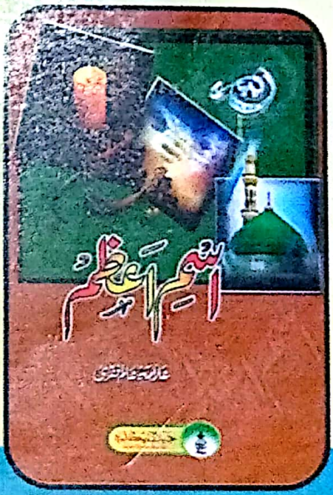












Design By:
JILANI GRAPHICS
PH,08800674165
Jilanigraphics@gmail.com

JILANI BOOK DEPOT

1229\Ground Floor Choori Walan Jama Masjid Delhi.1100-06
Email:Jilani.book.depot@gmail.com
PH.011-23256577,M.9212346577,9350046577